رجسٹرڈ انگلیشیہ نمبر ( )

رجسٹرڈ آصفیہ نمبر (۱۸)

شرح چندہ
سالانہ .... ے
ششماہی .... ے
سہ ماہی .... عہ

شرح چندہ
سالانہ .... ے
ششماہی .... ے
سہ ماہی .... عہ

فرخندہ بنیاد حیدرآباد دکن

ہفتہ وار

مملکت

ایڈیٹر
میر حسن الدین بی اے ال ال بی (عثمانیہ)

قیمت فی پرچہ (۲؍)

قیمت پرانہ پرچہ (۴؍)

جلد (۲) | ۲۰؍اسفندار ۱۳۵۳ف | ۱۶؍محرم سنہ ۱۳۶۳ھ | ۲۳-جنوری سنہ ۱۹۴۴ء سہ شنبہ | نمبر (۳۱)

نازیوں کا مستقبل تاریک ہے

گوئبلز کی قلابازیاں

از
کے، ہوسین

جس وقت جرمن نے گذشتہ سال جون میں سوویٹ روس پر حملہ کیا تھا جرمن ہائی کمانڈ کو توقع تھی کہ جنگ کے تیسرے سال تک روس ہتھیار ڈال دے گا۔ بہرحال ان ساری توقعات کے باوجود جرمنی اپنے مقصد سے اُتنا ہی دور ہے جتنا کہ ایک سال پہلے تھا۔ جنگ کے مستقبل کے نقطۂ نظر سے یہ واقعہ ایک خاص اہمیت رکھتا ہے۔

ہٹلر کی مہر جنگ یہ تھی کہ دو محاذ پر لڑنے سے بچا جائے۔ اس مقصد کیلئے نازیوں نے جان توڑ کوشش کی کہ مخالف نازی طاقتوں میں اتحاد ہونے نہ پائے اور متحدین ایک دوسرے کی فوجی امداد کرنے کے قابل نہ رہیں تاکہ دوسرا محاذ قائم نہ ہوسکے۔ گوئبلز جہاں جرمن فوج کی محیر العقول طاقت کے افسانے سناتا تھا اب یہ دعویٰ کررہا ہے کہ مغرب میں جرمنوں کی قلعہ بندی ناقابل تسخیر ہے۔ یہ دعویٰ کیا ہے یہ دوسرے محاذ کے قائم ہونے کے خوف اور اندیشے کی پیداوار ہے۔ جرمنی کے پاس اتنی کافی فوجیں نہیں ہیں کہ مشرق اور مغرب دونوں محاذوں میں رکھ سکیں۔

موسم سرما کے آغاز کے وقت گوئبلز نے یہ اعلان کیا تھا کہ جرمنی نے ہوائی حملوں سے بچاؤ کے نظام کو مکمل کرلیا ہے اور برطانیہ کے ہوائیہ کو چیلنج دیا تھا کہ وہ جرمنی کے صنعتی رقبے پر حملہ کرکے اپنی قوت آزمائی کرے۔ لیکن ایک ہفتہ وار اخبار داس ریش میں گوئبلز کا ایک مضمون شائع ہوا ہے جس میں وہ ایک دوسرا ہی راگ الاپ رہا ہے۔ اس نے لکھا ہے کہ:

"دشمن کے ہوائی جہازوں نے جرمنی پر جو درد ناک ضرب لگائے ہیں ہم اُن کو برداشت کرنے پر مجبور ہیں۔ اگر برطانیہ پر جوابی حملہ کرنے کے لئے مشرقی (محاذ روس) سے کئی ہزار جہاز لانا ممکن ہوتا تو صورت حال بالکل مختلف ہوجاتی۔ لیکن اس وقت محاذ روس کی فوجوں کو کمزور کرنا ناممکن ہے کیونکہ اس جنگ کا فیصلہ تو مشرق (روس) کے محاذ پر ہوگا۔"

یہ اعتراف کہ جرمنی کی فوجوں کو سرخ فوج کی برداشت مدافعت نے گرفتار رکھا ہے اُس وقت کیا گیا ہے جبکہ گوئبلز نے مغربی جرمنی کے شہروں کا دورہ کرکے برطانیہ کے ہوائی حملوں کی تباہ کاریوں کو بچشم خود دیکھا ہے۔ جن لوگوں نے گوئبلز کا مضمون پڑھا ہے وہ اس بات کو بھولے نہ ہوں گے کہ ۲۶؍اپریل کو ہٹلر نے اعلان کیا تھا کہ جرمنی کے شہروں پر جو حملہ کیا جائے گا اُس کا جواب شدت سے دیا جائے گا۔ ریشاغ میں تقریر کرتے ہوئے ہٹلر نے کہا تھا کہ جرمنی کی ہوائی طاقت اتنی زبردست ہے کہ وہ مشرقی اور مغرب ہر دو سمتوں میں فوجی کارروائی کرسکتی ہے۔ اس نے یہ دھمکی بھی دی تھی کہ جرمن شہروں پر ہوائی حملہ کا جواب دس گنی شدت سے دیا جائے گا۔ اب تک یہ دھمکی محض دھمکی ہی رہی۔

محاذ روس پر جرمنی کی ہوائی طاقت کے گھٹ جانے کی وجہ سے مغرب میں جرمنی کی ہوائی سرگرمیوں کا کم ہوجانا اس بات کی صریح علامت ہے کہ جنگ کے چوتھے سال میں جرمنی کا پوزیشن کمزور ہوگیا ہے۔ ڈائپے پر حملہ کی نسبت چھوٹی سی جو فوج اتری تھی اس کو پسپا کرنے کے لئے جرمن کمانڈ کو بلجیم اور ہالینڈ سے ہوائی کمک حاصل کرنی پڑی۔ اس سے یہ اندازہ لگانا دشوار نہیں کہ جب متحدین یورپ پر حملہ کریں گے تو جرمن ہائی کمانڈ کو ہوائی جہازوں اور دوسری فوجوں کی کس قدر ضرورت محسوس ہوگی۔

جرمنی کی جنگی پیداوار کا بیشتر حصہ اس نقصان کی پابجائی کے لئے وقف کیا جارہا ہے جو روس کے محاذ پر جرمنی کو ہورہا ہے۔ محاذ روس کے حالات زیادہ سے زیادہ اسلحہ اور سامان جنگ کے طالب ہیں۔ موسم گرما میں جرمنی نے اپنی پوری توجہ جنگی صنعتوں پر مرکوز رکھی اور اس کے ساتھ ساتھ مقبوضہ علاقوں سے جس قدر سامان لیا جاسکتا تھا جرمنی لیتا رہا۔ سوویٹ روس کے خلاف موسم سرما کی مہم کے لئے ہٹلر کے نمائندوں نے اٹلی، ہنگری، رومانیہ وغیرہ سے اشیاء خام اور غذا فراہم کرتے رہے۔

نازی حکمران اس واقعہ سے اس وقت بہت متردد ہیں کہ جرمنی میں اسلحہ سازی امریکہ کے مقابلہ میں بہت پیچھے ہے۔ وہ عوام سے زیادہ سے زیادہ قربانی کا مطالبہ کررہے ہیں۔ نازی اخباروں نے ایک مہم شروع کردی ہے تاکہ عوام کو جنگ کے چوتھے سرما کے لئے تیار کیا جائے

(بقیہ سلسلہ صفحہ (۱۱) پر)

ہفتہ وار
مملکت

جلد (۲) | ۲۰ اسفندار ۱۳۵۳ ف شنبہ | نمبر (۴۱)

بنیادی صنعتیں

پانچویں معاشی کانفرنس کے حالیہ اجلاس میں ملک کے معاشی مسائل پر بعض پر از معلومات اور بصیرت افزا مقالے پڑھے گئے۔ ان مقالوں میں نواب احسن یار جنگ بہادر سابق چیف انجینیر کا مقالہ جو صنعتی سرمایہ پر پڑھا گیا تھا خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ اس مقالے میں نواب صاحب موصوف نے صنعتی ترقی سے متعلق جو تجاویز پیش کی ہیں وہ حکومت اور سرمایہ دار طبقہ دونوں کی توجہ کے مستحق ہیں۔ اس امر کی وضاحت کرتے ہوئے کہ جنگ سے پیدا شدہ حالات صنعتی ترقی کے لئے کس طرح سازگار ہیں نواب صاحب نے حسب ذیل چار بنیادی صنعتوں کے قیام کے لئے ایک فوری لائحہ عمل مرتب کرنے کی ضرورت پر زور دیا۔

(۱) ارزاں قوت برقی کی فراہمی بذریعہ آب یا بھاپ۔
(۲) فولاد آہنی کی تیاری۔
(۳) بنیادی اشیائے کیمیا کی تیاری
(۴) انجن اور صنعتی و زراعتی آلات کی تیاری

صنعتی ترقی کا راز

موجودہ زمانہ میں ہر ملک کی صنعتی ترقی کا راز قوت برقی کی ارزاں فراہمی میں مضمر ہے۔ جب تک برقی قوت سستے داموں ملک کے ہر گوشہ میں میسر نہ ہو جائے بڑے پیمانہ پر صنعتی ترقی ناممکن ہے۔ میسور کی صنعتی ترقی کا راز برقی قوت کی فراوانی میں پوشیدہ ہے۔ جیسا کہ نواب احسن یار جنگ بہادر نے فرمایا ہے گزشتہ جنگ عظیم کے بعد کنیڈا اور اٹلی میں جو غیر معمولی صنعتی ترقی ہوئی اس کا اصلی راز قوت برقی کی فراہمی ہے۔ نواب صاحب موصوف کی یہ شکایت بالکل بجا ہے کہ حیدرآباد میں قوت برقی کی تولید کے متعدد مواقع موجود ہیں تاہم حکومت نے اس مسئلہ کی جانب ابھی تک کافی توجہ نہیں کی۔ "ہمارے ملک میں بفضلہ تعالی پانچ بڑے بڑے دریا جاری ہیں اور نیز کوئلہ کے معدن موجود ہیں۔ ایسے عمدہ اور کافی وسائل موجود ہوتے ہوئے کوئی چھوٹی سی چھوٹی تجویز بھی اس وقت تک عمل میں نہیں آئی۔"

آبان ۱۳۴۸ ف کے رسالہ "معلومات حیدرآباد" میں ایک مضمون شائع ہوا تھا جس میں بیان کیا گیا تھا کہ:

"ممالک محروسہ میں صنعتوں کی مسلسل ترقی اور آیندہ وسعت کی توقعات کے علاوہ غیر صنعتی ضروریات کے لئے بھی برقی قوت کے خرچ میں اضافہ کے باعث حکومت نے ممالک محروسہ کے موجودہ وسائل سے مزید برقابی قوت حاصل کرنے کی جانب توجہ کی ہے۔ چنانچہ حکومت نے اس سے متعلق جو تحقیقاتی کمیٹی مقرر کی تھی اس نے چند اہم تجاویز مرتب کی ہیں اور ان سفارشات کی بنا پر ممالک محروسہ سرکار عالی کے سب سے بڑے بند نظام ساگر کے ذخیرہ آب سے برقابی قوت پیدا کرنے کی ایک اسکیم مرتب کی گئی جس کے مصارف کا تخمینہ پچاس لاکھ روپئے ہے۔"

اس اسکیم کو روبعمل لانے میں کیا موانعات حائل تھے ہم اس سے لاعلم ہیں۔ نواب احسن یار جنگ بہادر کے اس مقالہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ پچاس لاکھ کی چھوٹی سی اسکیم محض جنگ کے عذرات کی وجہ سے جاری نہ ہو سکی۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ یہ عذرات کس حد تک درست ہیں۔ تاہم حکومت کو ہم پھر ایک بار اس امر کی جانب متوجہ کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ جب تک برقابی اسکیموں کو بلا تاخیر نہ دی جائے بڑے پیمانہ پر ملکی صنعتیں سرسبز نہیں ہو سکتیں۔ جنگ سے پیدا شدہ حالات سے حیدرآباد کما حقہ اس لئے فائدہ نہیں اٹھا رہا ہے کہ ہمارے ہاں برقی قوت کا خاطر خواہ انتظام نہیں ہے۔ چنانچہ جب سر [illegible] برطانیہ کے معاشی مشیر کی حیثیت سے حیدرآباد تشریف لائے تھے تو انھوں نے یہاں کے حالات کا معائنہ کرنے کے بعد یہ رائے قائم کی تھی کہ جب تک برقی قوت کی تولید کا خاطر خواہ انتظام نہ ہو حیدرآباد سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ جنگ کی صنعتی ضروریات کی تکمیل میں کما حقہ حصہ لے سکے گا۔ اس اعتبار سے قوت برقی کی تولید کا مسئلہ حکومت کی اولین توجہ کا مستحق ہے۔

ہم دوسروں کے دست نگر ہیں

فولاد آہنی کی نسبت نواب صاحب موصوف نے یہ بتلایا ہے کہ ایک زمانہ میں حیدرآباد توپیں اور فولادی ہتھیار تیار کر کے انگریزی اور فرانسیسی فوجوں کو دیا کرتا تھا مگر آج یہ حالت ہے کہ چھوٹے چھوٹے فولادی آلات کے لئے ہم دوسرے ممالک کے دست نگر ہیں۔ یہ امر محتاج بیان نہیں کہ جدید صنعتوں کی ترقی کے لئے مقامی فولاد اور آہن کی پیداوار کس قدر ضروری ہے۔ ممالک محروسہ میں اضلاع عادل آباد اور کریم نگر میں آہنی معدن کافی مقدار میں موجود ہیں۔ انہی مقامات سے کچھ فاصلہ پر کوئلہ کے معدن بھی پائے جاتے ہیں۔ نواب صاحب موصوف کا خیال ہے کہ انہی مقامات کے قریب قوت برقی بھی کافی مقدار میں مہیا کی جا سکتی ہے۔ ایک اور بنیادی صنعت جس کی طرف حکومت کو اس سے قبل پیش قدمی کرنی چاہئے تھی وہ بنیادی اشیائے کیمیائی سے متعلق ہے۔

اس مقالہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ حکومت سرکار عالی نے ایک کروڑ کے سرمایہ سے سرپور [illegible] کے قریب بمقام بیلم پلی ایک کارخانہ حیدرآباد کیمیکل اینڈ فرٹی لائزرز لمیٹیڈ کے نام سے قائم کر رہی ہے۔ اس کارخانہ میں وہ بنیادی کیمیائی اشیا تیار کی جائیں گی جو اس وقت دوران جنگ میں تیار ہو سکتی ہیں۔ یہ صنعت زرعی ترقی کے لئے بھی بہت کار آمد ثابت ہوگی۔ ایک اور مسئلہ جس کی جانب نواب صاحب موصوف نے اپنے مقالہ میں توجہ دلائی ہے وہ صنعتی و زراعتی آلات کی تیاری سے متعلق ہے۔ اس صورت میں نہ صرف حیدرآباد بلکہ ہندوستان کے صنعتی کارخانے بھی انجن اور صنعتی آلات کے لئے بیرونی ممالک کے دست نگر ہیں۔ نواب صاحب موصوف کی رائے ہے کہ ایسے مقام پر جہاں فولاد اور آہن مہیا ہو سکے ایک وسیع کارخانہ قائم کیا جائے جس میں ہر قسم کے بڑے بڑے مشین اور آلات تیار ہو سکیں۔ اگر ایسا ہو سکا تو ہمیں یقین ہے کہ حیدرآباد کی صنعتی ترقی کی رفتار تیز تر ہو جائے گی اور ہم دوسروں کے اس طرح دست نگر نہ رہیں گے جس طرح کہ آج ہیں۔ حکومت اور سرمایہ دار طبقوں کو ایسے کارخانے کے قیام کے امکان پر غور کرنا چاہئے۔

صنعتی سرمایہ

صنعتی ترقی کے لئے سرمایہ کی فراہمی کے مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے نواب احسن یار جنگ بہادر نے مشورہ دیا ہے کہ:

"اب یہ مناسب ہے کہ حکومت ان صنعتوں میں سے جو اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کے قابل ہو چکی ہیں اپنا سرمایہ جو بطور حصص ان کمپنیوں میں لگایا ہے نکال لے اور اپنے حصص جن کی قیمت اس وقت کافی بڑھی ہوئی ہے رفتہ رفتہ فروخت کرتے تاکہ وہ سرمایہ جدید صنعتوں کے لئے مہیا

کی قیمت (فہرست فنڈ) سے فراہم ہو جائے"۔

نواب صاحب موصوف کی اس رائے سے صنعتی دلچسپی رکھنے والے بعض حلقوں کو اختلاف ہے۔ ان کا خیال ہے کہ حیدرآباد میں کوئی کارخانہ کامیابی سے چل نہیں سکتا تاوقتیکہ اس کا سرمایہ سرکاری اور خانگی حصص پر مشتمل نہ ہو۔ خانگی افراد اور حکومت کا اشتراک عمل صنعتی کارخانوں کی کامیابی کی شرط مقدم ہے۔ اگر کوئی کارخانہ محض سرکاری سرمایہ سے قائم ہو تو اس میں دفتریت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ ساری خرابیاں رونما ہوتی ہیں جو دفتریت کا لازمی نتیجہ ہیں۔ اور اگر کوئی کارخانہ محض خانگی سرمایہ سے قائم کیا جائے تو وہ پبلک میں اتنا اعتماد حاصل نہیں کر سکتا جتنا کہ حکومت کے اشتراک عمل سے حاصل ہو سکتا ہے۔ ان دونوں خرابیوں کا علاج یہی ہو سکتا ہے کہ خانگی افراد اور حکومت دونوں کے سرمایہ سے صنعتی کارخانے چلائے جائیں۔ اگر ان کارخانوں سے جن میں حکومت نے اپنا سرمایہ بطور حصص لگایا ہے حصص فروخت کر کے اپنا سرمایہ نکال لے تو اندیشہ ہے کہ ان کارخانوں کو پبلک میں وہ اعتماد حاصل نہ رہے گا جو اس وقت حاصل ہے۔

ہٹلر کے منصوبے

سرخ فوج کو شکست دے کر نابود کر دینا، باکو تک پہنچ کر قفقاز کے تیل کے چشموں پر قبضہ کرنا اور مشرق وسطی سے گزر کر دول محور کے دوسرے رکن جاپان سے خلیج فارس میں اتصال قائم کرنا ہٹلر کے یہ وہ منصوبے تھے جن کو روس کے جانباز سپاہیوں نے الٹ دیا۔ روسی فوجوں کا قلع قمع کرنے کے بجائے جرمن فوجیں اسٹالن گراڈ میں زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا ہیں۔ قفقاز میں تیل کے ذخائر پر قبضہ کرنے کے بجائے ہٹلر کو اپنی محصورہ فوج کو بچانے کے لئے تیل کے ان ذخیروں کو بے دریغ صرف کرنا پڑ رہا ہے جو اس نے جمع کر رکھے تھے۔ اور خلیج فارس تک جاپان سے اتصال قائم کرنے کے بجائے نازی فوجوں کو پیچھے ہٹنا پڑ رہا ہے۔

محاذ روس پر ایسے عبرتناک واقعات ظہور پذیر ہو رہے ہیں کہ ان کی بابت قیاس بھی کسی بڑے سے بڑے رجائی کے لئے بھی ممکن نہ تھی۔ روسی فوج نے ویلکی لوکی پر قبضہ کر کے نئے سال کا آغاز کیا۔ اس کے بعد موزدوک، نالچک وغیرہ اور بہت سے مقامات پر روسیوں نے قبضہ کر لیا اور سرخ فوج جوابی حملے کرتے ہوئے روستوف سے تقریباً دو سو میل تک پہنچ گئی۔ جرمن فوجوں کا قلع قمع نہیں ہوا کیونکہ یہ بہت ہی منظم ہیں۔ ہٹلر پسپائی کے لئے تیار نہیں اور وہ اپنی تدبیر جنگ کی ناکامی کو تسلیم کرنے تیار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے لاکھوں سپاہیوں کو اس جوئے کی آزمائش میں جھونک دیا ہے۔

اگر نازی فوجیں ہتھیار ڈال دیں تو انہیں سردی اور فاقوں سے مرنا پڑے گا۔ اگر ہتھیار ڈال دیں

تو انہیں خوف ہے کہ اس کا خمیازہ ان کے خاندانوں کو بھگتنا پڑے گا۔ مبصرین کا خیال ہے کہ جرمن سپاہیوں پر ایک خوف سا طاری ہوتا جا رہا ہے۔ اور جب وہ پیچھے ہٹتے جا رہے ہیں تو سامان جنگ چھوڑتے جاتے ہیں۔ اس طرح روسی فوج نہ صرف نئے مقامات پر قبضہ کرتی جا رہی ہے بلکہ سامان جنگ کی ایک بڑی مقدار بھی اس کے قبضہ میں آتی جا رہی ہے۔ محاذ اسٹالن گراڈ سے ہٹلر کا اپنی فوجوں کو پیچھے ہٹانے پر رضامند نہ ہونا اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ اس کو اپنے وقار کے گر جانے کا اندیشہ ہے۔ جرمن باشندوں میں مسلسل یہ پروپگنڈا کیا جاتا رہا ہے کہ نازی فوجیں ناقابل شکست ہیں۔ ویلکی لوکی پر روسیوں کے قبضہ کی خبر ایک عرصے تک جرمنی کے باشندوں سے چھپائی گئی۔ مبصرین کا خیال ہے کہ جرمن ہائی کمانڈ نے اپنی فوجوں کو دو حصوں میں تقسیم کر کے ایک اسٹالن گراڈ کی طرف اور دوسری قفقاز کی مہم پر روانہ کر کے بڑی غلطی کی۔ یہ دونوں مہم ناکام ثابت ہوئیں۔ قفقاز میں نازی فوجیں پسپا ہوتی جا رہی ہیں اور اسٹالن گراڈ میں نازی فوجیں محصور ہو گئی ہیں۔ حالیہ اطلاعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ روسی کمان نے جرمن فوجوں کے نام جو اسٹالن گراڈ کے پاس محصور ہیں ایک الٹی میٹم بھیجا تھا جس میں ان سے ہتھیار ڈال دینے کو کہا گیا تھا اور متنبہ کیا گیا تھا کہ اگر وہ ہتھیار نہیں ڈال دیں گے تو سرخ فوج ان کو قلع قمع کر دے گی۔ جرمنوں نے اس الٹی میٹم کو رد کر دیا۔ اس کے بعد روسیوں نے ایک بڑی یورش شروع کر دی اور ایک روسی اعلان سے ظاہر ہوتا ہے کہ جرمنوں کی محصورہ فوج کا خاتمہ قریب ہے۔

ہٹلر نے روسی علاقے میں ہزار ہا میل پر قبضہ کر لیا ہے تاہم روسی مہم کی ناکامی یقینی نظر آ رہی ہے۔ سرخ فوج جرمنی کے خط دفاع کو توڑ کر مختلف سمتوں سے روستوف کی طرف پیش قدمی کر رہی ہے۔ اگر روسی فوجیں روستوف پر قبضہ کر لیں تو جرمن مواصلات کا خاتمہ ہو جائے گا اور اسٹالن گراڈ میں جو نازی فوجیں محصور ہیں ان کا بالکل صفایا ہو جائے گا۔ فوجی مبصرین کا خیال ہے کہ اسٹالن کا منشا بجائے روسی علاقوں پر دوبارہ قبضہ کرنے کے زیادہ یہ ہے کہ ہٹلر کے وسائل کا خاتمہ کر دیا جائے اور نازی فوجوں کا قلع قمع کر دیا جائے۔ روس میں رفتار جنگ کو اسی نقطہ نظر سے دیکھنا چاہئے۔

ہم اس کا جاری کرنا بے معنی ہے پایا جاتا ہے کہ حکومت کے مشیر دور اندیشی اور حسن تدبیر کی پروا نہیں کرتے۔

(ہماری زبان)

گوالیار میں دفتری زبان

ریاست گوالیار میں نہ معلوم کون سے عناصر کار کن ہیں جن کے کارنامے وہاں کی رعایا کے ایک بڑے طبقے کے دل کو گھلا دینا بنانے ہوئے ہیں۔ بہت دنوں سے یہ شکایت سنی جا رہی ہے کہ بہت لمبا زمانہ نہیں گزرا کہ اس مقتدر ریاست کی زبان اردو تھی۔ پھر یکایک ہندی ہو گئی۔ یہ تو صرف ایک بات ہے۔ لیکن اب کچھ دنوں سے دفتری کارروائی میں ایسے ثقیل اور غریب لغات استعمال ہونے لگے ہیں جن کے سمجھنے کے لئے بہت سنسکرت جاننے کی ضرورت ہے۔

اس لغت بازی سے تنگ آ کر ہو اپریل گزشتہ کو گوالیار کے ریلوے اسٹیشن پر مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد ہوم منسٹر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اپنی شکایت پیش کی۔ صاحب موصوف نے سب کچھ سن سمجھ کر فرمایا کہ گوالیار گورنمنٹ سے یہ شکایت کی گئی ہے کہ ایسی سنسکرت آمیز ہندی کوئی نہیں سمجھتا جسے آج کل دفتروں اور عدالتوں میں رائج کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اس لئے ہز ہائینس نے ازراہ عنایت شاہانہ یہ حکم فرمایا ہے کہ ناقابل فہم سنسکرت آمیز عبارت کا استعمال فوراً روک دیا جائے اور آئندہ حسب دستور سابق ایسی زبان جو سب کے لئے سہل اور عام فہم ہو استعمال کی جائے۔

اس سلسلے میں ہم صرف آئینہ مبنی کھاتا ہے کہ ان وعدے وارو ذمہ داروں کے اطمینان دلانے کے باوجود دفتروں کے طرز عمل میں کوئی اصلاحی تبدیلی نہیں پائی جاتی جس کے ثبوت میں دربار کے محکمہ لا اینڈ جسٹس کے حکم مورخہ ۷ مئی ۱۹۴۲ء کا یہ جملہ کافی ہے۔

" شاسن کے سمبندھ میں سو متر ناکنتو سدھ مجاند پورن ۔ جاری کرتے ہیں کسی گورنمنٹ کو کوئی آپت نہیں ہو سکتی"۔

جب ہوم منسٹر آنریبل مسٹر اور لا منسٹر کے ارشادات کا یہ حشر دیکھا گیا تو انجمن اسلام کی طرف سے ایک پس واقعت حضور آفس میں پیش کی گئی جو داخل دفتر کر دی گئی۔

اگر یہ واقعات صحیح ہیں جن کا ابھی ذکر ہوا تو اس عظیم الشان ریاست کے کارکنوں کی ذہنیت افسوس کے قابل ہے۔ سندھیا کا شاہی خاندان رعایا نوازی اور فراخ دلی و رواداری کے لئے آفاقی شہرت رکھتا ہے۔ ان روایات کی قدر کرنی چاہئے اور ان کے تقدس کو نذر بے پروائی نہ کر دیا جائے۔ سوال صرف مسلمانوں کا نہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ عوام میں کتنے ہندو ہیں جو اس سرکاری زبان کو سمجھتے ہیں۔ جب ایک حکم یا قانون کی زبان عام فہم زبان سے بہت دور اور بالکل اجنبی ہو تو

اضلاع میں ڈرینیج و آبرسانی کی اہم اسکیمیں

ممالک محروسہ کے اضلاعی شہروں اور موضعات میں ڈرینیج و آبرسانی کے انتظامات کو جدید طرز کے مطابق بنانے کا کام حکومت سرکار عالی نے ۱۳۳۸ف (۲۹-۱۹۲۸ء) میں شروع کیا تھا۔ اور اسی سال محکمہ آبرسانی اضلاع بھی قائم کیا گیا۔ اس وقت سے ۱۳۵۰ف (۴۱-۱۹۴۰ء) کے اختتام تک آٹھ بڑی اسکیمیں مکمل ہو چکی ہیں اور تقریباً (۸۹) لاکھ روپے صرف کئے گئے ہیں۔ تکمیل شدہ پروجکٹ جالنہ، اورنگ آباد، لاتور، رائچور، ناندیڑ اور ورنگل میں انتظامات ڈرینیج و آبرسانی اور بیدر اور عثمان آباد میں آبرسانی کے انتظام پر مشتمل ہیں۔ چنانچہ محکمہ آبرسانی اضلاع کی سالانہ رپورٹ بابتہ ۱۳۵۰ف میں جو حال ہی میں شائع ہوئی ہے تکمیل شدہ کاموں، زیر تکمیل پروجکٹوں اور آیندہ اسکیموں پر تبصرہ کیا گیا ہے۔

زیر تکمیل اسکیمیں

۱۳۵۰ف کے دوران میں چند پروجکٹوں کے تحت کام جاری رہا جن کے مصارف کا تخمینہ (۳۲٫۵۳) لاکھ روپے تھا۔ ان میں سے اسی سال ورنگل میں ڈرینیج اور آبرسانی کی اسکیم اور منوارڈ کی آرائشی اسکیم (۲۲٫۱۰) لاکھ روپے کے مصارف سے مکمل ہوئیں اور ہز ہائی نس شہزادہ و شہزادی برار نے ان کا افتتاح فرمایا۔ اسی سال کے اختتام پر جو دو پروجکٹ تقریباً مکمل ہو چکے تھے وہ گلبرگہ اور کھمباپور میں انتظامات ڈرینیج و آبرسانی کی اسکیمیں ہیں جن کے مصارف کا تخمینہ علی الترتیب (۷٫۰۰) لاکھ اور (۲٫۹۲) لاکھ روپئے ہے۔ اس کے علاوہ کھمباپور کے ریلوے کے واسطے برقی روشنی فراہم کرنے اور وہاں تک ایک سڑک بنانے پر (۰٫۷۷) روپے صرف کئے گئے اور قاضی پیٹھ میں واقع ورنگل اور موضع دوارکی میں بھی آبرسانی کا انتظام کیا گیا۔ نظام آباد میں ڈرینیج اور آبرسانی کی اسکیمیں بھی کامیابی سے جاری ہیں۔ جن کے لئے (۷٫۰۰) لاکھ روپے کی منظوری دی گئی۔ شہر گلبرگہ کے لئے پانی فراہم کرنے کی غرض سے بھاوڑی کا پانی روکنے کے لئے (۸٫۶۵) لاکھ روپے منظور کئے گئے ہیں لیکن بوگھ کے فاضل پانی والے نالے پاکسی اور وادی سے (۳) لاکھ گیلن یومیہ پانی فراہم کرنے کے امکانات تلاش کرنے کی وجہ سے یہ اسکیم ملتوی کر دی گئی۔ اس ضمن میں آبرسانی کے مختلف تجربے کئے گئے اور مختلف مقامات پر بطور تجربہ کنویں بھی کھودے گئے اور اس سلسلہ میں دوران سال جملہ (۸٫۴۶) لاکھ روپے صرف ہوئے جس میں عملہ کے مصارف بھی شامل ہیں۔ مصارف عملہ کی مقدار صرف (۱٫۰۱) لاکھ روپے یا (۱۳٫۷۱) فیصد تھی اگرچہ کہ اس ضمن میں ۱۵ فیصد تک صرف کرنے کی اجازت ہے۔

نئی اسکیموں کی منظوری

مجلس آبرسانی اضلاع نے جو دو نئی اسکیمیں منظور کیں ان کے مجموعی مصارف کا تخمینہ (۵۹٫۰۰) لاکھ روپے ہے۔ ان میں اہم ترین اسکیمیں یہ ہیں۔ اسکیم ڈرینیج و آبرسانی برائے عادل آباد مقدار مصارف (۴٫۰۵) لاکھ برائے محبوب نگر مقدار مصارف (۳٫۰۰) لاکھ برائے یادگیر مقدار مصارف (۳٫۰۷) لاکھ برائے بیدر مقدار مصارف (۳٫۷۰) لاکھ اور برائے بودھن مقدار مصارف (۲٫۷۵) لاکھ۔ ان کے علاوہ بدوران سال دو اور اسکیمیں منظور کی گئیں جن میں سے ایک موضع ورنگل میں انتظام ڈرینیج سے متعلق ہے اور اس کے مصارف کا تخمینہ (۱۲٫۰۰۰) روپے ہے اور دوسری اسکیم چنچولی میں ڈرینیج کا انتظام کرنے کے لئے ہے۔

کام مکمل کرنے کی کوشش

اضلاع کے شہروں میں جدید طرز کے مطابق ڈرینیج اور آبرسانی کے انتظامات جلد مکمل کرنے کے لئے حکومت سرکار عالی نے بدوران سال ۱۳۵۰ف آئندہ سالانہ مدت تک ہر سال پانچ لاکھ روپے کے قرضے کی منظوری دی اور مجلس آبرسانی نے اس مدت میں روبعمل لانے کے لئے ایک لائحہ عمل مرتب کیا جس کے مصارف کا تخمینہ (۳۵٫۶۹) روپے ہے۔ اس لائحہ عمل میں محبوب نگر، عادل آباد، بودھن، بیدر، یادگیر، چنچولی میں جدید طرز کے مطابق ڈرینیج اور آبرسانی کے انتظامات شامل ہیں۔ اس کے علاوہ بھونگیر اور عثمان آباد کے لئے بھی دو اسکیمیں مرتب کی گئی ہیں جن کے مصارف علی الترتیب (۶٫۸۶) لاکھ اور (۳٫۳۴) لاکھ روپے ہیں اور (۱٫۰۵) لاکھ روپے کے مصارف سے شہر گلبرگہ کے لئے ضمنی آبرسانی کی ایک اسکیم بھی اس لائحہ عمل میں شامل ہے۔

پروجکٹوں کے بارے میں تحقیقات

ان امور کی انجام دہی کے ساتھ ہی دوران سال دوسرے (۳۳) پراجکٹوں کے بارے میں ضروری تحقیقات کی گئی اور (۳۲٫۱۵) لاکھ روپے مجموعی مقدار کے لاگتے اور تخمینے مرتب کئے گئے۔

انٹر یونیورسٹی بورڈ کا اٹھارواں جلسہ

پروفیسر ہارون خاں شیروانی کا بیان

حیدرآباد، ۱۹ اسفندار۔ انٹر یونیورسٹی بورڈ آف انڈیا کا جو اٹھارواں جلسہ اوائل جنوری میں بمقام میسور مسٹر اے۔ بی۔ اے۔ حلیم پرو وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علیگڈھ کی صدارت منعقد ہوا اور جس نے متعدد قراردادیں منظور کیں۔ بورڈ مذکور کے ممبر پروفیسر ہارون خاں شیروانی صدر شعبۂ تاریخ جامعہ عثمانیہ نے ان میں کی چند اہم قراردادوں کو اخبارات کے نام جاری کیا ہے جو درج ذیل ہیں۔

(۱) ایک قرارداد میں یہ طے پایا کہ ان حالات حاضرہ کے تحت جن سے بعض جامعات دوچار ہیں بورڈ غیر متاثرہ جامعات سے سفارش کرتا ہے کہ وہ نقل وطن کرنے والے طلباء کو خاطر خواہ سہولتیں بہم پہنچائیں۔

(۲) ایک اور قرارداد میں طے پایا کہ (الف) تعلیمی ادارہ یا جامعہ میں امن طلباء کے مفاد کی خاطر علمی ماحول کو برقرار رکھنے کے لئے بورڈ اسکو ضروری سمجھتا ہے کہ کافی ضبط و نظم برقرار رکھا جائے اور طلبہ کو قانون شکنی یا اعمال تخریبی سے تا حد امکان روکا جائے (ب) مختلف جامعات کے ارباب اقتدار سے بورڈ مستدعی ہے کہ وہ اپنی اعیانیت کے حدود کو قیام ضبط و نظم میں مدد دیں۔ (ج) بورڈ کی یہ رائے ہے کہ جامعاتی یا طلبائی طلبہ کے خلاف کوئی عملی اقدام سے پہلے حکومت کو چاہئے کہ ارباب جامعہ سے استفسار کرلے۔

(۳) جامعاتی تحقیقاتی مطبوعات کے سلسلے ڈاک سہولتوں کی فراہمی کی حکومت ہند سے استدعا کی گئی ہے۔ (۴) انڈین فلاسفیکل کانگرس کی سفارشات کی تائید کرتے ہوئے ان کے اجلاس ایک قرارداد میں زور دیا گیا۔ ان سفارشات میں نصابیات متعلق ہندوستانی فلسفہ اور فلسفۂ اسلام کو شریک درسیات کرنے کی تائید کی گئی۔ (۵) انڈین پولیٹکل سائنس ایسوسی ایشن کی مذکورہ قراردادوں کی تائید کرتے ہوئے فیڈرل پبلک سروس کمیشن کے تحت جو امتحان منعقد ہوتا ہے اس میں پولیٹکل سائنس کے اساتذہ کی نسبت حکومت ہند کی توجہ مبذول کرائی گئی (۶) مسٹر کے۔ وی۔ ریڈی کی جگہ فارسٹ یونیورسٹی کی مجلس مشاورت پر مسٹر ایم رتنا سوامی نائب امیر جامعہ انامالائی کا انتخاب عمل میں آیا۔ (۷) سال ۱۳۵۲ف کے لئے سرویلی رادھا کرشنن صدر منتخب ہوئے۔

ضمیمہ ایجنڈا نامہ کے تحت مندرجہ ذیل قراردادیں منظور ہوئیں۔ (۱) طے پایا کہ جامعات سے استدعا کی جائے کہ جہاں اس کی ضرورت ہو تاریخی یادداشتی نادر نوشتہ جات کی حفاظت کا انتظام کیا جائے (۲) کتب خانہ داری کا ایک معیار قائم رکھنے کے لئے

۴۴۔ یہ طے پایا کہ ڈپلوما کورس میں صرف طیلسانین کو شریک کیا جائے۔ (۳) یونیورسٹی ٹریننگ کور کے سلسلہ میں حکومت سے استدعا کی گئی کہ جہاں تک امکانی ہو فراہم کرے۔ جن جامعات میں یہ کور موجود نہ ہو وہاں قائم کرائے۔ یو۔ ٹی۔ سی کے ارکان کو ان کے کمانڈ کے ذریعہ بغیر مسابقتی امتحان کے کمیشنڈ رینک دیا جائے (۴) ۱۳۴۹ف کی منظورہ قرارداد کو دوبارہ پیش اور منظور کیا گیا۔ جس میں جامعات سے خواہش کی گئی تھی کہ وہ فارماسیوٹیکل کیمسٹری کی تعلیم کا انتظام کریں (۵) امپیریل کونسل آف

بقیہ سلسلہ صفحہ (۹)

فلسطین پر برطانوی اقتدار کی تاریخ

جمعیۃ الاقوام نے ۱۹۲۲ء میں فلسطین پر انگریزوں کے عارضی قبضہ کی منظوری دے دی۔ اور اگلے سال یعنی ۱۹۲۳ء میں سرکاری طور پر اس فیصلہ پر عمل شروع ہو گیا۔ اگرچہ اعلان بالفور کی مستقل حیثیت کے پیش نظر تمام سلسلہ جات کی طرف سے فیصلہ کن کاروائیاں اس سے بہت پہلے ہی شروع ہو گئی تھیں۔ مسٹر بالفور نے اپنا مشہور اعلان نومبر ۱۹۱۷ء میں کیا تھا۔ اور ۱۹۱۸ء کے موسم بہار تک یہودیوں کا ایک سرکاری کمیشن مقرر ہو کر فلسطین میں یہودی آبادی کے امکانات اور ابتدائی مراحل پر غور کر رہا تھا۔ اس کمیشن میں انگریزی، فرانسیسی اور اطالوی حکومتوں کے نمائندے بھی شامل تھے۔ اپریل ۱۹۲۰ء کے ان فسادات اور لوٹ مار سے جو یروشلم میں رونما ہوئے ظاہر تھا کہ عرب فلسطین میں یہودیوں کے قومی وطن کے قیام کے مخالف ہیں۔ ۱۹۲۱ء میں اس سے بھی زیادہ شدید فسادات یافہ سے شروع ہو کر ملک کے بعض دوسرے حصوں میں پھیل گئے۔ اور جو تحقیقاتی کمیشن ان فسادات کے سلسلے میں مقرر کیا گیا اس کی رپورٹ کے مطابق عربوں کے خوف اور ان کی بے چینی کی سب سے بڑی وجہ فلسطین میں یہودیوں کا بڑھتا ہوا سیلاب تھا۔ جس کا نتیجہ عربوں کی سیاسی اور اقتصادی غلامی کے سوا اور کچھ نہ ہو سکتا تھا۔ یہاں یہ کہنا بھی بے محل نہ ہوگا کہ اس وقت تک صرف تین سال کے عرصے میں یہودی مہاجروں کی تعداد بیس ہزار سے کم ہی تھی۔

۱۹۲۱ء اور ۱۹۲۲ء میں مسلمانوں اور عیسائیوں کے نمائندہ وفد لندن گئے۔ تاکہ برطانوی حکومت کے سامنے اپنی شکایات پیش کریں۔ ان نمائندوں کو یقین دلایا گیا کہ انگریزوں کا مقصد کسی طرح بھی ان کی اہمیت کو کم کرنا نہیں ہے۔ لیکن انہیں آئینی آزادی دینے سے صاف انکار کر دیا گیا۔ انگریز ان کو ایک مجلس آئین ساز دینے پر آمادہ تھے۔ لیکن عرب اس پر رضامند نہ ہوئے کیونکہ انگریز اس مجلس کی اکثر نشستوں کو اپنے قبضے میں رکھنا چاہتے تھے۔ اور یہ بات عربوں کو جو آبادی کا نوے فی صدی حصہ تھے گوارا نہ تھی۔ اس کے بعد عربوں کو یہودی ایجنسی کے مقابلہ میں (جو ۱۹۱۸ء سے ہی معرض وجود میں آ چکا تھا) یہ پیش کش کی گئی کہ وہ بھی اپنی ایک ایجنسی قائم کر لیں لیکن عربوں نے اسے منظور نہ کیا۔ اس کے بعد کوئی سات برس کے لئے انگریزوں نے فلسطین میں آئینی اداروں کی تشکیل و تکمیل کا خیال چھوڑ دیا جو بحیثیت عارضی حکمران ہونے کے ان کے ذمہ تھی۔

اس اثنا میں یہودیوں کے قومی وطن کی تحریک زور پکڑ گئی۔ ۱۹۲۴ء میں ۱۳۰۰۰ اور ۱۹۲۵ء میں ۳۳۰۰۰ یہودی فلسطین میں آ گئے۔ عرب یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے اور ان کے غصے کا پارہ چڑھ رہا تھا۔ ۱۹۲۶ء میں یہ سیلاب کچھ رک سا گیا۔ اور ۱۹۲۷ء میں ان یہودیوں کی تعداد جو فلسطین چھوڑ کر چلے گئے ان یہودیوں کی نسبت زیادہ تھی جو اس ملک میں آ کر اس سال آباد ہوئے۔

عربوں کو اب کچھ ایسا معلوم ہونے لگا کہ یہودی خطرہ ان کے سر سے کچھ ٹل سا گیا ہے۔ لیکن ۱۹۲۸ء میں ہوا کا رخ پھر بدل گیا۔ اور عربوں کے غصے کی آگ پھر بھڑک اٹھی۔ اسی سال ستمبر میں دیوار گریہ کے سامنے (جو یہودیوں کا متبرک ترین مقام ہے لیکن مسلمانوں کی نظر میں بھی ہے) ایک ناخوشگوار واقعہ پیش آ گیا۔ اور اگلے سال انہی دنوں تمام ملک میں فسادات رونما ہوئے۔ اور بہت کچھ خونریزی ہوئی۔ فساد کی بھڑکتی ہوئی آگ کا اصلی باعث تو مذہبی جنون تھا۔ لیکن شا (Shaw) کمیشن (جس کا کام ان فسادات پر رپورٹ پیش کرنا تھا) کے نزدیک فساد کی حقیقی وجہ وہ خوف تھا جو عربوں پر مسلط ہو چکا تھا یعنی یہ کہ یہودیوں کو ان کے ملک میں بسا کر انہیں بے خانماں کیا جائے گا۔ ۱۹۲۹ء میں فلسطین کی یہودی آبادی تقریباً ڈیڑھ لاکھ تک پہنچ چکی تھی۔

اسی کمیشن کی سفارشات میں سے ایک سفارش یہ بھی تھی کہ اس بات کا اندازہ کر لینا اشد ضروری ہے کہ کتنی اور زمین یہودی آبادکاروں کے لئے مختص کی جا سکتی ہے۔ لہٰذا سر جان ہوپ سمپسن کا تقرر عمل میں لایا گیا کہ وہ اس سوال کے تمام پہلوؤں پر غور کر کے اپنی سفارشات پیش کریں۔ صاحب موصوف ایسے مسائل پر خاص عبور رکھتے تھے۔ ان کی رپورٹ سے یہودیوں کی امیدوں کو سخت دھکا لگا۔ اور اگرچہ ان کے بعض پیش کردہ اعداد و شمار کو غلط ثابت کیا جا چکا ہے۔ تاہم ان کی اس بنیادی حقیقت سے انکار مشکل تھا کہ فلسطین میں یہودیوں کی اکثریت بغیر عربوں کو بے خانماں کئے قائم نہیں کی جا سکتی۔ اور فلسطین اس کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ سر جان ہوپ سمپسن نے اس بات کی سفارش کی کہ یہودیوں کی درآمد پر سخت پابندیاں لگائی جائیں۔ اور حکومت نے اس سفارش کی منظوری کا اعلان بھی کر دیا لیکن یہودیوں کی احتجاج نے حکومت کو اپنی ترمیم کردہ حکمت عملی پر پوری طرح سے کاربند نہ ہونے دیا۔ تاہم ان حفاظتی قوانین کو ضبط کر دیا گیا جن کا مقصد تھا کہ عرب مزارعین کم از کم اتنی زمین پر تو اپنی ملکیت رکھ سکیں جو ان کے گزارے کے لئے کافی ہو۔

اس کے بعد تین سال تک فضا پر امن رہا۔ اور اس اثنا میں پانچ ہزار یہودی فلسطین میں آباد ہوئے لیکن ۱۹۳۱ء میں نو وارد آبادکاروں کی تعداد دس ہزار تک پہنچ گئی۔ اور جب ہٹلر کا اقتدار شروع ہوا تو ہزاروں یہودیوں کو جرمنی سے بھاگنا پڑا۔ اب فلسطین میں آنے والے یہودیوں کی تعداد ۱۹۳۳ء میں ۳۰۰۰۰ سے اوپر، ۱۹۳۴ء میں ۴۲۰۰۰ سے اوپر اور ۱۹۳۵ء میں تقریباً ۶۱۰۰۰ تک جا پہنچی۔ گویا فلسطین میں یہودی آبادی کا تناسب اعلان بالفور کے وقت [illegible] فیصدی تھا لیکن ۲۰ سال کے عرصے میں وہ اس ملک کی آبادی کا ایک تہائی ہو گئے۔

۱۹۳۳ء میں یہودی آبادکاروں کی بڑھتی ہوئی تعداد کا یہ نتیجہ نکلا کہ عربوں کی ایک نئی انتہا پسند سیاسی جماعت پیدا ہو گئی جو بڑی شدت سے فوری آزادی کا مطالبہ کرنے لگی۔ ۱۹۳۳ء میں عربوں نے انگریزوں کے ساتھ مکمل عدم تعاون کا اعلان کر دیا۔ اس پر جگہ جگہ خونریزی اور فساد ہوئے۔ اور اس کے بعد اکتوبر کے مہینے میں ایک عام ہڑتال بھی ہوئی۔

دسمبر ۱۹۳۵ء میں حکومت نے عربوں کے مطالبات پورا کرنے کی پھر ایک کوشش کی۔ اور مجلس آئین ساز کے متعلق اپنی پرانی پیش کش کا اعادہ کیا۔ انگریز اس بات پر رضامند تھے کہ کونسل کی اکثریت غیر سرکاری ہو۔ اور وہ یہ بھی چاہتے تھے کہ کونسل کا صدر غیر جانبدار ہو یعنی نہ تو وہ فلسطینی عرب ہو اور نہ فلسطین کی برطانوی حکومت کا آدمی۔ اگرچہ انگلستان کی سیادت (Mandate) یعنی تقرری اور یہودیوں کی درآمد پر پابندیاں عائد کرنا اس مجوزہ کونسل کے دائرہ اختیارات سے باہر رکھے گئے تھے تاہم عرب تیار تھے کہ ان تجاویز پر غور کریں۔ لیکن اب کی بار یہودیوں نے عدم تعاون کیا۔ صرف یہی نہیں بلکہ پارلیمنٹ میں بھی ان تجاویز کو مسترد کروا دیا۔

اپریل ۱۹۳۶ء میں پھر ایک سخت شورش پیدا ہو گئی۔ اور اس کا سب سے پریشان کن پہلو یہ تھا کہ فلسطین کی برطانوی حکومت کے عرب کارکنوں نے بھی ان مقاصد سے کھلم کھلا ہمدردی کا اعلان کر دیا۔ جن کی خاطر ان کے ہم وطن لڑ رہے تھے۔ حالات کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے برطانوی حکومت نے اعلان کیا کہ تشدد ختم ہونے پر ایک شاہی کمیشن فلسطین بھیجا جائے گا۔ تاکہ موجودہ حالات کا مطالعہ کرے۔ لیکن عرب کمیشن کے سامنے اس وقت پیش ہوئے جبکہ اس کے آخری اجلاس ہو رہے تھے۔ اور وہ بھی ہمسایہ سلطنتوں کے بادشاہوں اور شہزادوں کے سمجھانے بجھانے پر۔ یہ انہی کا اثر تھا جس نے عربوں کو تشدد ترک کرنے پر آمادہ کیا تھا۔

شاہی کمیشن نے فلسطین میں برطانوی حکومت کی عارضی سیادت سے لے کر اس وقت تک جو صورت حالات رونما ہوئی تھی اس کا مفصل مطالعہ کر کے جولائی ۱۹۳۷ء میں اپنی رپورٹ پیش کی۔ اپنی رپورٹ کے تقریباً ہر ایک صفحے پر انہوں نے یقین ظاہر کیا کہ اگر فسادات کے حقیقی اسباب کا سد باب نہ کیا گیا تو وہ از سر نو شروع ہو جائیں گے۔ کمیشن نے آخر کار یہ تجویز پیش کی کہ فلسطین کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ ساحلی علاقے پر تو یہودی ریاست ہو۔ پہاڑی علاقے اور دریائے اردن پار (Transjordan) کی عرب سلطنت کے ملحق عرب علاقہ ہو۔ اور یروشلم، ناصرہ (Nazareth) اور بیت اللحم اس راستے سمیت جو یروشلم کو جاتا ہے [illegible]

بقیہ ملاحظہ صفحہ ۱۱ پر

سیاسی نمک پارے

از

کشاف

بمبئی میں ڈاکٹر امبیڈکر نے ایک عصرانہ کے موقع پر جو اُن کے اعزاز میں ترتیب دیا گیا تھا تقریر کرتے ہوئے کہا کہ :۔

"کسی جماعت کی کامیابی کے لئے
تین چیزیں ضروری ہیں ——
ایک لیڈر ایک اچھی تنظیم اور ایک
واضح اور متعین مقصد و پروگرام"

برطانوی ہند میں ممکن ہے یہ ساری چیزیں ضروری ہوں مگر حیدرآباد میں کسی جماعت کی کامیابی کے لئے صرف دو چیزیں ضروری ہیں —— عوام کی جہالت اور لیڈر کی خطابت

گراپیار کی دفتری زبان کا ایک نمونہ ملاحظہ ہو:۔

"ستاشن کے سمبند میں موقعتر تا
کنتو سدو بہار تا پورن دچار
پرکٹ کرنے میں کسی گورنمنٹ کو
کوئی آپتّ نہیں ہو سکتی"

اگر اس عبارت سے کرلے۔ کسی۔ گورنمنٹ۔ کوئی۔ نہیں۔ جیسے الفاظ نکال دئے جائیں تو یہ ہندوستان کی مشترکہ زبان بن سکتی ہے۔ اکھنڈ ہندوستان کی جے۔

جمہوریہ روس کی عورتوں کو معاشی، معاشرتی اور سیاسی زندگی کے تمام حقوق مردوں کے مساوی دیدئے گئے۔ ان حقوق کے روبہ عمل لانے کے لئے عورتوں کو اُن کے کام کے عوض مردوں کے برابر اُجرت اور دیگر آسانیاں ملنے لگیں۔۔۔

............آج کل روس کی مسلمان خواتین سائنس داں، ادیب، سیاست داں اور نئی دنیا کے معمار ہونے کے علاوہ زندگی کے ہر شعبہ میں مردوں کے دوش بدوش چل رہی ہیں۔

(ایک مضمون نگار)

ہمیں اطلاع ملی ہے کہ "ملت" کے واحد ترجمان نے اس مضمون کو پڑھ کر یہ رائے ظاہر کی ہے کہ روس نے عورتوں کو مردوں کے برابر حقوق دے کر بڑی حماقت کی جس کا خمیازہ وہ اب بھگت رہا ہے۔ وہ اس طرح کہ ہٹلر نے روس سے دس سال کے لئے عدم اقدام کا معاہدہ کیا تھا۔ لیکن جب اُس نے دیکھا کہ روس عورتوں کو مردوں کے برابر حقوق دے رہا ہے تو اُس نے روس پر حملہ کر دیا کیونکہ ہٹلر کے نزدیک عورت کا مقام باورچی خانہ اور باورچی خانہ سے عورت کو باہر نکلنے کی اجازت دینا ہٹلر کی توہین کرتا ہے۔ دروغ بر گردن راوی۔ تاہم روس اور جرمنی کی لڑائی کے اصلی اسباب اب ہماری سمجھ میں آگئے۔

ناگپور میں نیشنلسٹ کلب کا افتتاح کرتے ہوئے سابق کانگریسی وزیر مسٹر کے ایم منشی نے فرمایا کہ :۔

"ہندوستانی ایک قوم تھے۔
ایک قوم ہیں ——
اگر نہیں ہیں تو ہم بنا کر رہیں گے"

مسٹر منشی کے اس مقولہ میں "اگر نہیں ہیں" کی بلاغت کو ملحوظ رکھا جائے تو یہ ماننا پڑے گا کہ ہندوستانی ایک قوم ہیں اور ایک قوم نہیں ہیں۔ ہندوستان کے متعلق جو بات مسٹر منشی نے کہی ہے شاید اُسی کو ذرا پھیلا کر غالب نے ساری کائنات کے متعلق کہا تھا۔

ہاں کھائیو مت فریب ہستی
ہر چند کہیں کہ "ہے" "نہیں" ہو

ترکی کا صحافتی وفد قائد اعظم مسٹر جناح سے ملاقات ہوگی۔ (اخباری سرخیاں)

اگر یہ وفد "بیت الامت" پہونچ کر قائد ملت سے ملاقات نہ کرے تو وہ اپنے مشن میں ناکام رہے گا۔

چادرگھاٹ کے بازار میں گیہوں بالکل نہیں مل رہا ہے۔ لوگ سرکاری دوکانوں پر کوپن لے کر جاتے ہیں اور مایوس ہو کر واپس آتے ہیں۔

(ایک شکایت)

ہمیں گیہوں سے زیادہ مجلس نگرانی نرخ اشیاء کے ارکان مولوی مقصود احمد خاں صاحب اور سیٹھ لکشمی نواس گنیر وال کے صحافتی بیان کا انتظار ہے۔

کلکتہ پر چھٹا ہوائی حملہ — عوام کو علم ہی نہیں ہوا۔ (اخباری سرخیاں)

وہ آئے اور چلے بھی گئے داد دی بیخودی

مقامی اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ۔ "مجلس اتحاد المسلمین سدی پیٹھ کے سالانہ جلسہ میں قائد ملت کا نعرۂ تکبیر سے استقبال کیا گیا۔ رضاکاروں نے سلامی دی۔ صدر استقبالیہ نے مختصر اور وسیع خطبہ پڑھا۔ ایک رضاکار نے دہقانی کی نظم سنائی۔ جناب نظر نے نظم سنا کر حاضرین کو گرما دیا"۔

ہمارے نامہ نگار خصوصی کی اطلاع ہے کہ تعمیری پروگرام کو موثر اور دلنشین بنانے کے لئے نظموں کے ذریعہ پیش کیا جارہا ہے۔ اب اتحاد کو مطمئن ہو جانا چاہئے۔

احمدآباد میں پولیس نے ایک مکان پر چھاپا مارا جہاں سے کانگریسی کتے بہت کانگریسی خبرنامے اور کچھ قابل اعتراض لٹریچر برآمد ہوا اور مالک مکان کو گرفتار کر لیا گیا۔ (انسوسی ایشڈ پریس)

کانگریس نے تو پہلے ہندوستان میں اپنے اقتدار کا سکہ بٹھانے کی کوشش کی جب سکہ نہ بیٹھ سکا تو سکہ چلانے لگی۔ اگر بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ سکہ کھوٹا ہے۔

اجناس خورد و نوش اور کنٹرول کے کیا کسی کو عوام کی پریشانی کا احساس ہے (معاصر رہبر کی سرخیاں)

عوام کی پریشانی کا احساس یا تو کاروں اور بیوپاریوں کو ہوتا ہے اور کسی کو نہیں۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ وقت ضرورت عوام کی پریشانی کو رفع کرنے کے لئے اجناس کے ذخائر خفیہ اور محفوظ کئے جا رہے ہیں۔

باوجود کمال احتیاط رکھنے کے میری اطلاع یہ درست ہی ہے کہ مجلس اتحاد المسلمین سے تعلق رکھنے والے مختلف اشخاص سے حال احباب فکر ہیں کہ ارکان عاملہ سے متعلق مشورہ کیا۔ (قائد ملت)

اور احباب نے یہی مشورہ دیا کہ قدیم مجلس عاملہ کو جدید مجلس عاملہ کے نام سے موسوم کیا جائے۔ اور یہی دراصل غیر المتبدل انقلاب ہے جس کی اور ینٹ پریس نے پیش بینی کی۔

ہندوستان سے ترکی کی دلچسپی

ترکی صحافتی وفد کا نقطۂ نظر

کراچی ۱۸ جنوری

ترکی صحافتی وفد کے جملہ ارکان فرانسیسی زبان میں گفتگو کرتے ہیں ان میں سے صرف ایک رکن فصیح انگریزی بولتے ہیں۔ جن کا تعلق ترکی کے سررشتہ صحافت سے ہے وفد کو وزیر اعظم سندھ مسٹر غلام حسین ہدایت اللہ نے عصرانہ پر مدعو کیا۔ وفد مذکور حسب ذیل ارکان پر مشتمل ہے۔

صدر وفد ایم اتاتائی ہیں جنہوں نے گزشتہ جنگ میں حصہ لیا تھا اور سنہ ۱۹۲۳ء سے ترکی پارلیمان کے نائب رہے۔ انھوں نے ترکی زبان کی اصلاح میں نمایاں حصہ لیا ہے اور نیم سرکاری ترکی اخبار "الوس" کے مدیر بھی ہیں۔ انھوں نے انگلستان جنوبی امریکہ اور کئی دیگر ممالک کا سفر بھی کیا ہے اور اب وہ ترکی انجمن صحافت کے صدر ہیں۔

مسٹر صادق ترکی پارلیمان کے نائب ہیں اور وہ کئی سرکاری وفدوں کے رکن کی حیثیت سے کئی متعدد خارجی ممالک کو جا چکے ہیں اور وہ ترکی کمیشن امور خارجہ کے ایک رکن اور اخبار "تقام" استنبول کے مدیر بھی ہیں۔

مسٹر صدق زکن بی اخلاقاتو لیہ نیوز ایجنسی کے ڈائرکٹر اور ترکی وزیر خارجہ کے بھائی ہیں۔

صلاح الدین رزلن ترکی دفتر خارجہ کے چیف پروٹوکول ہیں جو اس سے قبل بخارسٹ، طہران، ٹوکیو اور میڈرڈ کے ترکی سفارت خانوں میں مامور تھے۔

ایم علی ترکی صحافتی بیورو کے دوسرے ناظم ہیں۔

رمان تلک ایک مستند آزاد صحیفہ نگار ہیں۔ گو پیشہ کے اعتبار سے یہ سب کے سب صحیفہ نگار ہیں مگر ہر ایک کا کسی طرح حکومت ترکی سے تعلق ہے۔ یہ سب انقرہ کے رہنے والے ہیں اس وفد کے سب سے کم عمر رکن کا سن (۳۲) سال ہے جس سے اس وفد کے ارکان کو تجربہ اور ترکی میں صحافت کا مرتبہ ظاہر ہوتا ہے۔ ان میں سے بعض نے ہندوستان کی مختلف زبانوں اور رسم الخط سے اپنی عظیم دلچسپی ظاہر کی۔ انھوں نے یہ سوال کیا کہ ترکی وفد کے الفاظ ہندوستان کے مختلف رسم الخط میں کس طرح لکھے جاتے ہیں اور خود اپنے رسم الخط کا ذکر کرتے ہوئے انھوں نے کہا کہ قدیم ترکی رسم الخط ترک کر دیا گیا ہے اور اب ترکی زبان از روئے صورت رومن طرز میں لکھی جاتی ہے۔ نوجوان نسل قدیم ترکی رسم الخط نہیں جانتی۔

ہندوستان سے دلچسپی۔ وفد کے صدر اتاتائی نے کہا کہ ہندوستان جیسے ملک پر جو کچھ گزرتی ہے اُس سے ہم دلچسپی لئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ خاص کر اس وجہ سے بھی کہ ہم اخبار نویس ہیں اور بلاشبہ ہم دوستانہ اخبار نویس ہیں۔ مسٹر اتاتائی نے یہ خیال اُس وقت ظاہر کیا جب ان سے اُن کے دورے کے زمانے میں عوام کی زندگی سے وفد کی دلچسپی کی وسعت کی نسبت سوال کیا گیا انھوں نے کہا کہ ہم اہل ہند سے مل کر ہمیشہ خوشی محسوس کرتے ہیں۔

جب ہیں کر وفد کی روانگی کی نسبت سوال کیا گیا تو ایم اتاتائی نے کہا کہ ان کا پروگرام وہ حکومت ہند کی دعوت پر منحصر ہے گا۔ انھوں نے یہ بھی کہا کہ وفد کے بعض ارکان جو ترکی پارلیمان کے نائبین ہیں اپنے پارلیمانی فرائض پر واپس ہونے کی تردد میں ہیں۔

ایم اتاتائی نے صحیفہ نگاروں سے کہا کہ وفد شیخ کے سرخواس صدر کل ہند کانفرنس مدیران جرائد سے ملاقات کا مشتاق ہے۔ وفد کے پاس سارے ہندوستان کے اخبار نویسوں اور دیگر لوگوں کے پاس سے متعدد و غیر متعدد پیامات وصول ہوئے ہیں۔

جب ایک ہندوستانی صحیفہ نگار نے وفد سے کہا کہ "ہم یہاں نہ تو جاپان کو چاہتے ہیں اور نہ جرمنی کو بلکہ ہم سوراج چاہتے ہیں" تو وفد کے ایک رکن نے کہا کہ وہ اس نقطۂ نظر کی بہت قدر کرتے ہیں۔ "ہم ہندوستان کے قومی مسئلہ میں بہت دلچسپی رکھتے ہیں کیونکہ وہ ہمارا دوست ہے۔ ہندوستان نے ہماری مشکلات اور مصائب کے وقت ہم سے ہمدردی کی ہے اور ہم نے ہمیشہ دوستانہ تعلقات برقرار رکھے۔ برطانیہ کے ساتھ ہمارے تعلقات خوشگوار ہیں"۔

روس میں جرمنوں کی پسپائیاں

ڈاکٹر گوئبلز بڑی الجھن میں پڑ گئے ہیں۔ روس میں جرمن مہم کی ناکامی کے اسباب بتلانا ان کے لئے مشکل ہے برلن کی ایک نشر میں بیان کیا گیا ہے کہ روسی لڑائی کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ جرمن فوجوں کی نمایاں اور شاندار دفاعی کارروائی ہے۔ اس وقت ان کا کام یہ ہے کہ تمام اہم مرکزوں پر اپنا قبضہ برقرار رکھیں"۔ اس طرح جرمن صرف دفاعی لڑائی ہی جاری رکھ سکتے ہیں۔ دریائے ڈون کے وسطی حصہ میں تین سو آباد مقامات پر روسیوں کے دوبارہ تسلط کی ڈاکٹر گوئبلز کے پاس کیا توجیہ ہے۔ ۱۶ دسمبر کو روسیوں نے اقدامی کارروائی کا اعلان کیا تھا۔ اس تاریخ سے اس وقت تک (۱۰۰۰۰۰) سے زیادہ جرمنوں کو سوویٹ جاپانیوں نے گرفتار کر لیا اور بہت سارے جرمن اسلحہ اور سامان پر قبضہ کر لیا کیا یہ سب کچھ جرمنوں کی نمایاں دفاعی کارروائی ہے۔

کیمپ مریضان چشم کا افتتاح

حیدرآباد ۲۰ جنوری۔ آج صبح علاج امراض چشم کے دوسرے سالانہ کیمپ کا افتتاح ٹاؤن ہال باغ عامہ میں ہوا۔ جس میں آج ہی مریضوں کا ہجوم ہو گیا تھا اور تقریباً تین سو مریضوں میں سے ڈاکٹر صاحب نے تقریباً ۵۰ خواتین اور (۱۰۰) ذکور بچوں وغیرہ تقریباً (۲۰۰) کا آپریشن کے لئے انتخاب کیا۔ آج ہی (۹۰) کا آپریشن ہو چکا ہے۔

ڈاکٹر متھرا داس ماہر چشم ۹ بجے آنریبل مسٹر سید عبدالعزیز صدر المہام بہادر عدالت و مذہبی و صدر کمیٹی کیمپ کے ہمراہ باغ عامہ پہونچے یہاں رضاکاران لے آر۔ پی بوائے سکوٹس رضاکاران اتحاد المسلمین خاکسار اور دیگر رضاکار کیمپ کے انتظامات پر موجود تھے نواب صدر المہام بہادر نے انتظامات ملاحظہ کئے اور ضروری ہدایات دیں۔ مولوی علی الدین احمد صاحب معتمد کمیٹی تمام انتظامات کی نگرانی کر رہے تھے جو کیمپ آفیسر مقرر ہوئے ہیں۔ ڈاکٹر متھرا داس اور آنریبل صدر المہام بہادر کی آمد پر خاکسار جماعت نے سلامی دی اور صدر کیمپ نے اس موقع پر تقریر کرتے ہوئے ڈاکٹر متھرا داس کی خدمت خلق اور مہارت علاج کی ستائش کی اور آنریبل صدر المہام بہادر کا ان تمام مریضوں کی طرف سے جن کا گزشتہ سال علاج کیا گیا اور اس سال کیا جا رہا ہے اس کار خیر کے بانی کی حیثیت سے شکریہ ادا کیا۔

عمل جراحت گیارہ بجکر چالیس منٹ پر شروع ہوا اور دو بجے تک موتیا بند نشوب چشم اور ناکردہ وغیرہ کے (۹۰) پر عمل جراحی مکمل کر لی گئی۔ باقی ماندہ مریضوں اور کل سے نئے منتخب ہونے والوں پر عمل جراحی کل ہوگا۔ آپریشن ہال میں دیگر رضاکاروں کے علاوہ (۲۵) خاکساروں کی باوردی جماعت موجود ہے جو مریضوں کو ہر طرح کی سہولتیں بہم پہونچانے میں منہمک ہے۔

کیمپ خاکساران کی ایک اطلاع مظہر ہے کہ جناب حاکم اعلیٰ حدود بلدہ و جنگ آباد کی تبلیغ سے ڈاکٹر متھرا داس حسنت اباپور مدارس یہ ٹھٹھے پر بنام چند اور راؤ بالاجی شاد اڈوکیٹ تحریک خاکساران میں شریک ہو گئے اور انھوں نے نشان لگایا۔ کیمپ میں آج نواب خسرو جنگ بہادر نواب غوث یار جنگ بہادر مولانا سید محمد بادشاہ حسینی صاحب اور دیگر معززین نے دلچسپی لی۔

(اورینٹ ایڈورٹائزر)

زندگی کے سب شعبے کارگزار انسانوں کے محتاج ہیں

معاشی کانفرنس میں پروفیسر الیاس برنی صاحب کی افتتاحی تقریر

پانچویں معاشی کانفرنس میں جو مقالے پڑھے گئے اور تقریریں کی گئیں ان پر تبصرہ کرتے ہوئے دوسرے اجلاس کے افتتاح پر صدر جلسہ مولوی محمد الیاس برنی صاحب نے جو تقریر فرمائی اس کو مختصر نویس بہت جلد قلمبند کرسکے چنانچہ اس کا مختصر خلاصہ بعض خاص عنوانات کے متعلق ذیل میں درج ہے۔

معاشی مباحث کے جلسوں میں عدم شرکت کا ذکر کرتے ہوئے فاضل صدر نے فرمایا کہ عمرانی زندگی کے جو دیگر شعبے ہیں مثلاً قانون یا سیاسی۔ ان شعبوں سے صرف خاص خاص موقعوں پر خاص خاص افراد یا طبقوں کو راست سابقہ پڑتا ہے لیکن عمرانی زندگی کا معاشی شعبہ سب سے زیادہ عام ہے۔ امیر غریب بوڑھے بچے عالم جاہل سب کو اس شعبے سے بر وقت راست سابقہ رہتا ہے۔ اور یہ سابقہ عادت میں داخل ہوجانے کے سبب کسی خاص توجہ کا محتاج اور مستحق نہیں سمجھا جاتا۔

واضح ہو کہ جسمانی زندگی کی تین حالتیں ہیں ایک اوسط حالت جو صحت کہلاتی ہے اور دو انتہائی حالتیں ہیں۔ ایک بیماری اور کمزوری اور دوسری ورزش و تندرستی اوسط حالت یعنے صحت کا علم جو تا ہے اور عام ہونا چاہیے البتہ انتہائی حالتوں کا علم خاص طبقوں تک محدود رہتا ہے۔ چنانچہ بیماری اور کمزوری اور ورزش و تندرستی کا علم بھی کا بچوں طبیبوں، ڈاکٹروں، ورزشی اداروں، اور فن ورزش کے ماہروں سے تعلق رکھتا ہے۔ شفاخانوں، دواخانوں، ورزش گاہوں، اور بازی گاہوں وغیرہ میں ان علوم کا عمل نظر آتا ہے۔ عام لوگوں کو یہ علوم حاصل نہیں رہتے البتہ وہ اہل علم کے مشورے سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور اٹھاتے ہیں۔ یہی حال معاشی زندگی کا بھی ہے یعنے اوسط حالت عام مرفہ الحالی ہے اور انتہائی حالتیں دو ہیں ایک پراگندہ و ناداری دوسری کثیر سرمایہ داری۔ عام طبقوں میں معاشی بیداری پھیلانے کے واسطے عام مرفہ الحالی کے عام اصول عام فہم پیرایہ میں پیش کرنا مفید مطلب ہوسکتا ہے خاص کر ابتدائی مراحل میں جبکہ معاشی ناواقفیت عام ہو بلکہ طرفہ تر ناگزیر ہے۔ رہی باقی دو حالتیں یعنے پراگندہ و ناداری اور کثیر سرمایہ داری، یہ مباحث علمی اور عملی جہت سے دقیق اور دشوار ہونے کے سبب معاشی واقفیت کے طالب ہیں۔ یوں دل بہلانے کی دوسری بات ہے ورنہ ان مباحث کی تعلیم و تفہیم معاشیات کے ماہرین اور معلمین کا منصب ہے۔ بہر کیف گو تینوں حالتیں ایک دوسرے سے وابستہ ہیں پھر بھی ان کی تفہیم میں تفریق کی گنجائش ہے۔

مفروضات اور ان کی دقتیں

یہ امر محتاج بیان نہیں کہ معاشیات کے نظریات مفروضات پر مبنی رہتے ہیں۔ مفروضات جس حد تک غائب ہوں عملی اعتبار سے نظریات اسی حد تک بے اصل رہ جاتے ہیں۔ اسی سبب سے بعض موقعوں پر نظریات اور عملیات میں نمایاں بعد نظر آتا ہے۔ جو باعث حیرانی ہوجاتا ہے موجودہ معاشی نظریات تمام تر مغربی ممالک میں مغربی غور و فکر سے صورت پذیر ہوئے ہیں اور ان کی مناسبت سے ان کے مفروضات مقرر ہیں۔ یہ لازم نہیں کہ وہ مفروضات مشرقی ممالک میں بھی اسی درجہ اصلیت رکھتے ہوں۔ ممکن ہے کہ یہاں دوسرے مفروضات زیادہ قرین حقیقت ہوں اور ان مفروضات کی بناء پر نظریات بھی کم و بیش مختلف شکل اختیار کریں۔ بہرحال مفروضات کے متعلق سے نظریات میں لازمی اضافیت درپیش ہے۔ لیکن عام طور پر مفروضات نامعلوم یا نظرانداز ہونے کے سبب نظریات کے بے محل انطباق کی توقع اور کوشش کی جاتی ہے۔ جس سے لامحالہ غلط فہمی پیدا ہوتی ہے۔

پھر نظریات کے ساتھ عملیات کو لیجئے تو ان میں وہی تعلق قائم ہے جو اصول طب کو علاج الامراض سے متعلق حاصل ہے۔ بہرحال درمیانی اجتہاد کی ضرورت ہے۔ مزید برآں ہندوستان کی معاشیات عمل میں سیاسیات کی آمیزش معمول سے بڑھی رہتی ہے اور مبتدی نظر کے لئے اس آمیزش کا پتہ چلنا دشوار ہے۔ اس لئے معاشیات کے عملی مسائل کا سمجھنا خاص بصیرت کا طالب رہتا ہے۔ ورنہ مفروضات کی اصلیت اور سیاسیات کی آمیزش کا علم و اندازہ نہ ہونے کے سبب معاشی مباحث اور مشوروں میں خاصی الجھن پڑجاتی ہے۔ خاص کر جبکہ ناواقفیت کے ماحول میں ان کی اشاعت ہو۔

حاصل کلام یہ کہ اگر معاشی اصول و مسائل سے عام دلچسپی اور واقفیت پیدا کرنی مقصود ہو کہ ملک میں معاشی بیداری پھیلے تو فن کے دقیق اور پیچیدہ مسائل علمی رنگ میں پیش کرنا چنداں مفید مطلب نہیں ہوتا کہ اس سے ناواقفوں میں یا تو ناسمجھی کی مایوسی پیدا ہوتی ہے یا کم فہمی کی مرعوبیت یا پھر خوش فہمی کا مغالطہ پیدا ہوتا ہے۔ بہرحال استفادہ کی گنجائش کم رہتی ہے۔ اس کے برعکس معاشیات کے اہم اصول جو عام مرفہ الحالی سے تعلق رکھتے ہوں۔ عام فہم پیرایہ میں عام واقفیت کے واسطے شائع ہوتے رہیں تو معاشی بیداری کی ذہنی اور عملی رفتار میں ترقی کی امید ہوسکتی ہے۔ ترقی کے ساتھ ساتھ البتہ ممکن اور ضرور ہے کہ مباحث میں فی الجملہ وسعت اور دقت پیدا ہو بہرحال مباحث کی تفہیم میں واقفیت اور دقت کا تناسب ملحوظ رکھنا لازم ہے۔

محاصل ۔ بالواسطہ اور بلاواسطہ

محاصل اندازی کے سرکاری مسئلہ پر جو خصوصیت سے بحث کی گئی اس میں چند علمی اصطلاحات بھی قابل توجہ ہیں۔ محاصل عائد کرنا، وصول کرنا اور صرف کرنا یہ جملہ امور فن مالیات میں داخل ہیں اور مالیات کا فن معاشیات میں خاص اہمیت رکھتا ہے اس فن سے ماہر کم دستیاب ہوتے ہیں۔ تفاسیر تو بہت طویل ہیں مختصر یہ کہ محصول اندازی میں چند اصول معیار شمار ہوتے ہیں۔ بالخصوص یہ کہ محصول پیدائش دولت میں مانع اور مزاحم نہ ہو یا یہ کہ وصول کرنے میں محصول کا کوئی قابل لحاظ حصہ ضائع نہ ہو اور مصارف بھی کم لاحق ہوں۔ پھر محصول اندازی کے دو طریق ہیں۔ بالواسطہ اور بلاواسطہ بصورت اول جن طبقے پر محصول عائد کرتے ہیں اس سے راست وصول نہیں کرتے۔ بلکہ دوسروں کے توسط سے وصول کرتے ہیں بصورت دوم وصولیابی راست عمل میں آتی ہے۔ کن کن صورتوں میں کونسا طریق موزوں اور مناسب ہے یہ بجائے خود یہ بھی ایک اہم سوال ہے۔ پھر یہ اطمینان کرلینا بھی ضرور ہے کہ کہیں خلاف منشا بالواسطہ محصول عدم منتقلی کے سبب بلاواسطہ محصول کی شکل نہ اختیار کرے یا اس کے برعکس بلاواسطہ منتقلی کے سبب بالواسطہ نہ بن جائے کہ ہر دو صورت میں نادانستہ طور پر ان طبقوں سے محصول وصول ہونے لگے گا جن سے وصول کرنا مقصود نہیں اور وہ طبقے محصول کے بار سے بچے رہیں گے جن سے وصول کرنا مطلوب ہے۔ محصول میں منتقلی اور عدم منتقلی کی یہ خاصیت اصطلاحاً تقدیر محصول کہلاتی ہے اور اس خاصیت کا عملی مشاہدہ کرنے میں دوربینی اور باریک بینی کی ضرورت پڑتی ہے۔

محصول اندازی کا مسئلہ یہ ہے کہ ملک کے مختلف طبقوں پر حسب حیثیت بار عائد ہونا چاہئے دولتمندوں پر زیادہ درمیانی طبقوں پر کم اور غریبوں پر بہت کم۔ لیکن اگر آمدنی کے حساب سے یکساں شرح محصول عائد کیا جائے مثلاً دو فیصد یا چار فیصد وغیرہ تو گو بظاہر اس میں مساوات نظر آتی ہے تاہم جو لوگ قانون تقلیل افادہ اور قدر زر کے مسئلہ سے واقف ہیں وہ سمجھ جاتے ہیں کہ اس نمائشی مساوات میں کس درجہ عدم مساوات مخفی ہے اسی سبب محصول آمدنی میں خاص طور پر محصول متناسب کے بجائے محصول مترائدہ کا طریق رائج ہے۔ یعنے آمدنی زیادہ ہونے کی صورت میں شرح محصول میں بھی اضافہ ہوتا ہے مثلاً ہزار کی آمدنی تک دو فیصد اس کے بعد پانچ ہزار تک چار فیصد اس کے بعد دس ہزار تک پانچ فیصد وعلی ہذا۔ اس رسالے سے زیادہ تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔

مصارف کا مسئلہ

پھر محاصل عائد کرنے اور وصول کرنے کے ساتھ محاصل صرف کرنے کا مسئلہ بھی کچھ کم اہم نہیں ہے۔ بغیر آمدنی کے کیا حاصل اگر صرف آمدنی میں بے قاعدگی ہو۔ بڑی سے بڑی رقم اسراف اور فضولیات میں صرف ہوسکتی ہے کہ کوئی قابل لحاظ فائدہ نہ ہو۔ گویا کسی ساگر کا پانی اس طرح بیکار بہادیا جائے کہ اس سے زراعت کی آبپاشی نہ ہو اور آبادی کی آبرسانی۔ بہر حال مختصر یہ کہ محاصل کا مقصد ہی صرف محاصل ہے یعنی نمائی آمدنی

کا معیار یہ ہے کہ ملک کو زیادہ سے زیادہ امداد سے فائدہ پہونچے اور ظاہر ہے کہ جب تک رفاہ عامہ کی تنظیمیں پیدا نہ ہوں۔ یہ معیار پورا نہیں ہو سکتا۔ مثلاً پوری مملکت میں دارالسلطنت کا آراستہ و پیراستہ ہو جانا کافی نہیں بلکہ قصبات اور دیہات کو بھی زندگی کی وہی سہولتیں اور راحتیں میسر آنی چاہئیں کہ آبادی کا بڑا حصہ وہیں مقیم ہے اور وہاں سے محاصل کا بڑا حصہ وصول ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے دیہات سدھار اور قصبات سدھار کی تحریکیں بہت ہمدردی اور امداد کی مستحق ہیں۔

کاشتکاروں پر ہمدردی کی جو بارش ہر طرف ہو رہی ہے وہ بڑی حد تک حق بجانب ہے لیکن اس بارش کے باوراں میں سیاسیات کی بجلیاں بھی روپوش ہیں جو کبھی کبھی چمک کر کڑک سناتی ہیں۔ آیا حکومت زمین کے مالک ہے یا زمیندار مالک ہیں، یا کاشتکار مالک ہونا چاہئے، ملکیت کی یہ بحث تاریخی سیاسی اور معاشی اعتقاد سے اتنی سہل اور سادہ نہیں ہے جتنی کہ کاشتکاروں کی حمایت میں قطعیت سے پیش کی جاتی ہے۔ بہر حال اگر زمین پر کسی کو حق ملکیت حاصل ہو سکتا ہے تو ملک میں قومی مرکز ہونے کی حیثیت سے حکومت سب سے زیادہ اس رعایت کی مستحق ہے۔ تاہم کاشتکار کا تعلق بھی زمین کے ساتھ مستحکم رہنا ضرور ہے۔ اور اس کی عملی صورت یہ ہے کہ کاشتکار مالک زمین نہ ہو تو بھی اس کا زرعی زمین پر قبضہ دیرپا ہونا چاہئے۔ اگر اس کو زمین سے جلد جلد بے دخل کیا جائے یا قبضہ کے سودے میں دب کر رکھا جائے تو زراعت کی ترقی نہ صرف معاشی بلکہ نفسیاتی اعتقاد سے بھی دشوار ہے۔ بہر حال قبضہ کے معاملے میں کاشتکار کو مطمئن رکھنا ضروری ہے۔

رہا لگان اور مالگذاری کا سوال اس سے کاشتکار کی تباہ حالی جس درجہ منسوب کی جاتی ہے اس میں ممکن ہے کہ مبالغہ ہو لیکن اصلیت بھی ضرور ہے۔ اور حالات حاضرہ کے مدنظر ترقی زراعت کے لئے اس میں تخفیف کی ضرورت عام طور پر مسلم ہے تاہم کاشتکار کی تباہ حالی میں زمیندار یا سرکار کو جو الزام دیا جاتا ہے تو ساہوکار کی دست برد بھی کچھ کم قابل انسداد نہیں ہے کاشتکاروں کو اعلیٰ شرح سود پر قرض دینا اور ادنیٰ نرخ پر ان سے زرعی پیداوار خریدنا گاؤں گاؤں ساہوکاروں کا یہی کاروبار ہے۔ اور خستہ حال دیہات اور قصبات میں ساہوکاروں کی خوش حالی گویا ان کے کاروبار کا عملی نتیجہ آنکھوں کے سامنے موجود ہے۔ پس اگر واقعی کاشتکار کی ہمدردانہ امداد مقصود ہے تو ساہوکار سے بہ آسانی ابتدا ہو سکتی ہے۔ اور ہونی چاہئے البتہ زمیندار اور سرکار کی شرکت بھی ضرور ہے۔

زمانہ کا تقاضا

زمانہ کی جو رفتار ہے اس کا تقاضا یہی معلوم ہوتا ہے کہ معمولی حالتوں میں جو غیر معمولی تفاوت پیدا ہو گیا ہے وہ بڑی حد تک رفع ہو کر کم و بیش مساوات

کی شکل پیدا ہو۔ خیر یہ تو ایک بڑا سوال ہے۔ محصول اندازی کی حد تک یہ امر مسلم ہے کہ دولتمند طبقوں کو ملک کی روز افزوں ضروریات کے مدنظر محاصل کا زیادہ بار حوصلہ مندی سے برداشت کرنا ملک کے اور خود ان کے حق میں ہر طرح بہتر ہے۔ اور ان کی روایتی فیاضی اور خیر خواہی سے ایسے ہی ایثار کی توقع ہے۔ رہا نگرانی معارف میں شرکت کا سوال مشاورتی مجالس کے ذریعہ اس طریق کی ابتدا ہو چکی ہے۔ ترقی کے ساتھ توسیع ممکن ہوگی لیکن نمائندگی جس پر بجا طور سے اس قدر زور دیا جاتا ہے۔ اسی صورت میں مفید ہو سکتی ہے۔ جبکہ نمائندوں کا علمی اور خاص کر اخلاقی معیار بلند ہو۔ ورنہ اس کی خرابیاں پیدا ہونی ممکن ہیں۔ چنانچہ ملک میں جا بجا اس کے تجربے بھی ہو چکے ہیں۔

ایک نمائندگی پر کیا موقوف ہے۔ ملک اور قوم کی ترقی کے سب شعبے جن میں معاشی زندگی کا شعبہ بھی شامل ہے۔ کارگزار انسانوں کے محتاج ہیں۔ کارگزار انسانوں سے مفلس ملک مالا مال ہو گئے اور کارگزاری غائب ہوئی تو بڑی بڑی قدرتی دولتیں بھی ہاتھ سے نکل گئیں۔ دہی جسمانی محنت، دماغی تربیت اور علمی تہذیب انسانی کارگزاری کے عناصر ہیں۔ ہر قوم میں طالب علم کارگزاری کا سرمایہ ہیں۔ قبل از تکمیل ان کو سیاسیات میں گھسیٹ کر تلف کرنا ملک کے حق میں بڑا ظلم ہے۔ اور اسی وجہ سے تعلیم گاہوں پر نگرانی کی ضرورت بڑھ گئی ہے کہ وہ ایسے مضر اثرات سے محفوظ رہیں اور طلبا تکمیل پا کر جس ترتیب اور قوم کی خدمت ملت پر خوبی سے انجام دیں۔

بہر حال صحیح طریق پر ملک میں معاشی بیداری پھیلانے کی ضرورت ہے اور بیداری کے ساتھ معاشی زندگی میں اصلاح اور ترقی بھی شروع ہو جانی چاہئے کہ حصول مقصد کے واسطے قول و فعل کا اتحاد لازم ہے۔

اس سلسلہ میں فاضل صدر نے مقالوں کے دیگر معاشی مباحث پر بھی تنقیدی روشنی ڈالی اور تقریباً ایک گھنٹہ تبصرہ ہونے کے بعد معاشی کانفرنس کا آخری جلسہ بخیر و خوبی برخواست ہوا۔

انٹر یونیورسٹی بورڈ کا اٹھارواں جلسہ

بقیہ صفحہ اول (۴)

اگریکلچرل ریسرچ کے اڈوائزری بورڈ کی رکنیت پر ڈاکٹر بیلی صاحب کا انتخاب عمل میں آیا۔ (۵) جامعہ عثمانیہ کی تحریک کو قبول کرتے ہوئے بورڈ نے خواہش کی کہ ہر جامعہ ایک ادارہ تحصیل معیشت و ملازمت قائم کرے (۶) جامعہ اسلامیہ علیگڈہ کی اسکیم کے حوالہ سے بورڈ نے تمام جامعات سے سفارش کی کہ وہ طلبہ میں ہوائی تربیت کے حصول کا شوق پیدا کریں اور حکومت سے استدعا کی گئی کہ اس خصوص میں پوری مدد کرے۔ حکومت سے یہ بھی استدعا کی گئی کہ جامعات کے اساتذہ کو وہ ان مجوزہ جماعتوں سے متعلق زمانہ کے نگران ہوں، کمیشنڈ آفیسر کا رتبہ عطا کرے۔ (اورینٹ پریس)

روسیوں کی جارحانہ پیش قدمی

ماسکو۔ ۱۰ فروری۔ پشتون کی سمت روسی چاروں طرف سے بڑھ رہے ہیں۔ ایک مخصوص اعلان اور محاذ جنگ کی اطلاعات میں صورت حال کا یہ خاکہ بیان کیا گیا ہے۔

ورونیز کے مورچہ کا شمالی بازو

سرخ فوج نے جرمنوں کے استروگوژسک کے قلعہ پر جو ورونیز سے ۵۰ میل جنوب میں واقع ہے۔ دھاوا کر کے اسے فتح کر لیا۔ مشرقی جرمن کا محاصرہ کر کے اسے مغلوب کر لیا گیا۔ یہاں روسیوں کو بہت سامان جنگ ہاتھ آیا۔ دشمن کی صفوں کے پیچھے سوویٹ فوجوں نے سڑک پر قبضہ کر کے دشمن کے بھاگنے کا راستہ بند کر دیا ہے۔ اس سڑک پر دشمن کے ایک بڑے دستہ کو شدید نقصان پہنچایا گیا ہزار سے اوپر آدمی گرفتار ہوئے اور بہت سی توپیں اور لاریاں ہاتھ آئیں۔ دشمن کے کئی بکھرے ہوئے دستوں نے ہتھیار ڈال دئے ہیں۔ اس جگہ اور جنوب میں سرخ فوج کا دستہ جس نے ڈونٹز پار کر کے کاشنک کے شہر کو جو دیوٹسے لائن پر واقع ہے فتح کر لیا تھا۔ اب لکایا کی طرف بڑھ رہا ہے لکایا رشتوف کے مرف ۷۰ میل شمال میں ہے اور وہ وہیز سے رشتوف جانے والی اور استالن گراڈ سے خارکوف کو جانے والی ریلوں کا جنکشن ہے اور قفقاز کے دہانہ ریلوں کا جو جال بچھا ہوا ہے اس میں ایک بنیادی مقام ہے۔ اسے فتح کر لینے کے بعد رشتوف بھی براہ راست روسیوں کی زد میں آ جائے گا۔

شمالی مشرقی بازو

روسیوں نے کرسک سے جنوب میں پیش قدمی کرتے ہوئے بریدینا کو جو سانک سے ۱۰ میل سے بھی کم فاصلہ پر ہے فتح کر لیا۔ اب وہ دریائے ڈونٹز کو ایک ایسی جگہ پر پار کرنے کی تیاریاں کر رہے ہیں جو بہاں سے صرف چند میل پر واقع ہے۔

شمالی قفقاز

روسیوں نے رشتوف جانے والی بڑی ریلوے سے ایک جنکشن تیخوریتسک کو جو یہاں سے ۵۰ میل پر ہے فتح کر لیا۔ اس جگہ سے شمال مشرق کی طرف دوسری سوویٹ فوجیں دو شیونک کے قریب بڑھتی جا رہی ہیں۔ استالن گراڈ کے محاذ پر روسی جرمنوں کی آخری مزاحمت کو ختم کرتے جا رہے ہیں۔ کل انہوں نے کئی مزید اہم مورچے فتح کر لئے۔

لینن گراڈ کے محاذ پر روسیوں نے حملہ کر کے جو دس میل چوڑا راستہ کھول لیا ہے۔ اس پر لینن گراڈ کو روز بروز زیادہ سے زیادہ سامان بھیجا جا رہا ہے۔

۱۶ ماہ کے محاصرے کے بعد

محاصرہ ختم اور فتوحات شروع

ماسکو ۱۹ جنوری۔ روسی ہائی کمان نے ذیل کے خصوصی اعلان میں یہ خبر دی ہے کہ "۱۶ ماہ کے محاصرہ کے بعد روسی فوجیں جرمنوں کے مورچہ شوسلبرگ کو فتح کرنے کے لئے جو لینن گراڈ کے ۲۵ میل مشرق میں جھیل لاڈوگا کے کنارے پر واقع ہے' جرمن دفاعات میں گھس گئیں۔

روسی فوجوں نے دریائے نیوا کے مشرق و مغرب سے دوہری پیش قدمی کرکے جرمنوں کے صفوں کے پرخچے اڑا دیئے۔ روسیوں کی ایک فوج نے شہر کے اندر سے حملہ کیا اور دوسری فوج نے مشرق کی جانب سے شہر کی طرف پیش قدمی کی جس کا مقصد لینن گراڈ پر روسیوں کا دعوا دوبارہ شروع ہوا تھا۔ کل دونوں فوجیں ایک دوسرے سے آملیں اور محاصرہ ختم ہو گیا۔

جرمنوں کی صفیں مغلوب ہو گئیں اور روسیوں نے شوسلبرگ کو فتح کرنے کے علاوہ روسیوں نے دوسرے تین بڑے مقامات اور دو ریلوے اسٹیشن بھی فتح کر لئے جن میں مِن یا وُ کا اہم جنکشن بھی شامل ہے۔

جرمنوں کی پیادہ فوج کی چار ڈویژنوں کا قلع قمع کر دیا گیا۔ اور ۱۳ ہزار جرمن ہلاک ہوئے۔ ۱۲۶۰ جرمن مع سامان جنگ کی کثیر مقدار کے قید کر لئے گئے۔

لینن گراڈ پر حملہ کرنے والی فوج کے سپہ سالار جنرل رموخوف تھے انہیں مارشل آف دی سوویٹ یونین کے عہدہ پر ترقی دی گئی ہے۔

۱۹۴۱ء کے موسم سرما سے لینن گراڈ محصور تھا اور اور دسمبر ۱۹۴۱ء کو جرمن جنرل نے اعلان کیا تھا کہ لینن گراڈ چند دنوں میں فتح ہو جائے گا۔ ایسا تو نہیں ہوا البتہ اس کے بعد سے روسیوں کا محافظ دستہ باہر کی دنیا سے بالکل منقطع ہو گئے تھے۔

رسٹوف کی طرف

جنوبی روس میں دریائے ڈونٹز کے ایک پل کو عبور کرکے روسیوں نے کامنسک کے ریلوے اسٹیشن کو فتح کر لیا جو ووروشیلووگراڈ۔ رسٹوف کی لائن پر واقع ہے۔ کامنسک رسٹوف کے ۸۰ میل شمال میں ہے۔ اب شہر کامنسک کے لئے لڑائی ہو رہی ہے جس کو روسی ابھی تک فتح نہیں کر سکے ہیں۔ دریائے ڈون کے موڑ کے آغاز سے اب تک ۱۳ ہزار جرمن قید ہوئے ہیں جن میں ۳ ہزار اطالوی ہیں اور باقی ہنگری والے ہیں روسیوں کی ہراول فوج استیوا سے ۲۵ میل آگے ہے اور رسٹوف کی طرف یلغار کر رہی ہے۔

اس علاقہ جنگ کے مشرق میں سرخ فوج نے ایک مقام پر دریائے ماچنچ کو عبور کر لیا ہے یہ فوج روسیوں کی قلماک والی فوج کا ایک حصہ ہے اور رسٹوف کی طرف یلغار کر رہی ہے۔ روسیوں نے دیوو کا ریلوے اسٹیشن فتح کر لیا ہے۔

اور اب یہ فوج ماسکا یا کی طرف آگے بڑھ رہی ہے جو سالسک کے جنکشن سے پہلے اسٹالن گراڈ و تجرا مود کی ریلوے لائن کا آخری اہم ریلوے شہر ہے۔ پرولتارسکایا سالسک سے ۲۰ میل سے بھی کم ہے۔

ورونیزو رسٹوف لائن کے مغرب میں روسیوں کی دوسری فوجیں رسٹوف سے شمال کی طرف سے خارکوف کو جانے والی ریلوے کو منقطع کرنے کے لئے خارکوف کی طرف یلغار کر رہی ہے۔

شمالی قفقاز میں

شمالی قفقاز میں روسیوں کی زرہ پوش فوجیں وروشیلوفسک کی طرف آگے بڑھ رہی ہیں اور آخری اطلاع یہ تھی کہ وہ اب وروشیلوفسک سے صرف ۱۰ میل پر رہ گئی ہیں۔ روسیوں کی ایک اور فوج نے جو رسٹوف کی خاص ریلوے لائن کے متصل آگے بڑھ رہی ہے ارماویر کے اہم ریلوے جنکشن کو خطرہ میں ڈال دیا ہے۔

ہو۔ کہ اس عرصے میں نمائندہ اداروں کی تشکیل و تکمیل ہو سکے گی۔

(۲) آزاد فلسطین کے تعلقات برطانیہ کے ساتھ معاہدہ ہوں گے۔ فلسطین معاہدہ کی رو سے پابند ہو گا۔ کہ یہود کے قومی وطن کے حقوق اور مفاد کی حفاظت کرے۔

(۳) آئندہ پانچ سال کے اندر صرف ۷۵ ہزار یہودیوں کو فلسطین میں آباد ہونے کی اجازت دی جائے گی۔ اس کے علاوہ ۲۵۰۰۰ پناہ گزینوں کو بھی ہائی کمشنر کی منظوری پر فلسطین میں آباد کیا جائے گا۔ ان ۷۵ ہزار یہودیوں کے داخلے کے بعد عربوں کی مرضی پر منحصر ہوگا کہ مزید یہودی آبادکاروں کو فلسطین میں آنے دیں یا نہ آنے دیں۔ اور اگر یہودی عربوں کے ساتھ کوئی مفاہمت نہ کر سکیں تو یہودیوں کی تعداد عرب آبادی کے ایک تہائی تک پہنچ جانے پر حکومت برطانیہ یہ سمجھنے میں حق بجانب ہو گی کہ یہود کے ساتھ اپنا وعدہ ایفا کر چکی ہے۔

(۴) جس قدر جلد ہو سکے ایسے قوانین کا نفاذ کر دیا جائے گا۔ جن کی رو سے ملک کے بعض حصوں میں یہود کے حصول زمین پر پابندیاں عائد ہو جائیں گی یہ قوانین فروری ۱۹۴۰ء میں نافذ کر دیے گئے۔ اور خلاف توقع یہود کے لئے بہت ہی پاؤں کن ثابت ہوئے۔ آئندہ کے لئے ملک کے بشتر حصوں میں انہیں خرید کر اپنی جائدادوں کو توسیع دینا قریب قریب ناممکن ہو گیا۔ (فلسطین۔ مصنفہ جیمس پارکس)

فلسطین پر برطانوی اقتدار کی تاریخ

بقیہ سلسلہ صفحہ (۱۵)

برطانی نگرانی میں ہو۔ اس تجویز نے تمام دنیا کو حیرانی میں ڈال دیا۔ برطانوی حکومت نے اصولی طور پر اس تجویز کی منظوری کا اعلان کر دیا۔ لیکن یہود اور عرب دونوں قوموں نے اس کی مخالفت کی۔ اگرچہ یہودیوں میں بعض لوگ ایسے تھے جن کے نزدیک آزادی کا وہ نصب جو اس تجویز میں مضمر تھا ایک گونہ کشش رکھتا تھا۔ اس تجویز میں ایک طرف تو یہودی ریاست تھی جس کا رقبہ انگلستان کے نارفوک .... سے زیادہ نہیں تھا اور جس میں یروشلم شامل نہیں تھا اور دوسری طرف عرب ریاست بھی جو اپنے بہت سے اچھے علاقے اور سمندر تک کے راستے سے محروم تھی۔ ایک اور کمیشن فلسطین روانہ کیا گیا۔ تاکہ ان مجوزہ ریاستوں کی جو مجموعی طور پر ویلز کے علاقے سے زیادہ نہیں تھیں۔ حد و د تعین کرے۔ اس کے علاوہ کمیشن نے دو ٹی سکیموں کے (جو ایک دوسرے کا بدل تھیں) نقشے تیار کئے۔ ان نئی سکیموں میں سے کسی ایک پر بھی کمیشن کے ممبر متفق نہیں تھے اور دونوں کو ناقابل عمل سمجھتے تھے۔

ان دونوں جگہ جگہ فسادات رونما ہو رہے تھے۔ فسادات اس وقت بھی ہو رہے تھے جب کہ تقسیم فلسطین کی رپورٹ اکتوبر ۱۹۳۸ء میں شائع ہوئی تھی۔ کمیشن کی رپورٹ میں کسی قسم کی گرمجوشی کا اظہار نہیں تھا۔ اور اس سے ظاہر تھا کہ مسئلے کا حل ناممکن ہے۔ حالات پر قابو پانے کی ایک آخری کوشش پھر کی گئی۔ یہود و عرب دونوں قوموں کے نمائندوں کو دعوت دی گئی کہ فروری ۱۹۳۹ء میں لندن پہنچ کر برطانوی حکومت سے گفتگو کریں۔ مصر اور دوسری عرب سلطنتوں کے نمائندے بھی مدعو کئے گئے تھے۔ تاکہ اُن کی موجودگی فلسطینی عربوں کو آپے سے باہر نہ ہونے دے لیکن عربوں نے یہودیوں سے ملنے سے انکار کر دیا۔ اور یہود اور عربوں دونوں نے برطانوی حکومت کی تجویزوں کو ٹھکرا دیا۔ یہ کانفرنس بغیر کوئی مسئلہ حل کئے برخاست ہو گئی۔ اور برطانوی حکومت یہ جانتے ہوئے کہ یہ تجاویز دونوں فریقوں کے لئے ناقابل قبول ہوں گی اس بات پر مجبور ہو گئی کہ اپنی پالیسی کا اعلان کر دے۔ چنانچہ حکومت نے مئی ۱۹۳۹ء میں ایک قرطاس ابیض .... کے ذریعے جو مسٹر مالکم میکڈونلڈ نے بحیثیت سکرٹری نوآبادیات شائع کیا اپنی پالیسی کی وضاحت کر دی۔ اور انگلستان کی موجودہ فلسطینی پالیسی کی بنیاد اسی دستاویز پر ہے۔

اعلان بالخصوص یہ کہ اس وقت تک جو حالات رونما ہوئے ہیں ان پر قابو پانے کی یہ آخری کوشش جاری تھی اور ہے۔

(۱) یہ امید ظاہر کی گئی ہے کہ دس سال تک فلسطین پوری آزادی سے ہمکنار ہو جائے گا۔ اور یہ بھی توقع کی جاتی ہے

نازیوں کا مستقبل تاریک ہے

(بقیہ سلسلہ صفحہ (۱)

ہمیں کوشش کر کے پیداوار جنگ کو اتنی ترقی دینی چاہئے کہ امریکہ جرمنی سے سبقت نہ لے جا سکے۔" اس خصوص میں جرمنی کے صنعت نو لوہ کو بڑی دشواریوں سے دوچار ہونا پڑ رہا ہے۔ دوسرے کے مزدوروں اور ان تمام مزدوروں سے جو جنگی صنعت میں مصروف ہیں ایسی محنت لی جا رہی ہے جو ان کی برداشت سے باہر ہے۔ تھکے ہوئے جرمن مزدور جو کافی غذا سے محروم ہیں اپنی محنت کی رفتار کو برقرار رکھنے کے ناقابل ہوتے جا رہے ہیں۔

ان ساری دشواریوں میں اس واقعہ سے اور اضافہ ہو رہا ہے کہ جنگی صنعتوں میں جو مزدور کام کر رہے ہیں ان کی ایک بڑی تعداد باہر سے لائی گئی ہے۔ غیر ملکی مزدوروں کا کام جو مقبوضہ ممالک سے لائے گئے ہیں تشفی بخش نہیں ہے۔ نازی ماہرین معاشیات کے اندازہ کے لحاظ سے جرمنی کو ابھی دس لاکھ مزدوروں کی ضرورت ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر جنگ اور طویل ہو جائے تو جرمنی مزدوروں کا مسئلہ حل کرنے سے قاصر رہے گا۔

برلن کانفرنس پر تبصرہ کرتے ہوئے ایک جرمن اخبار لکھتا ہے کہ موجودہ روس کی مہم کی نسبت یہ خیال کرنا کہ وہ قریب الختم ہے ایک صاف و صریح التباس ہے"

"تجربے نے ہمیں سکھلایا ہے کہ روسیوں کی روبہ مدافعت کوئی ایسی چیز نہیں جو نظر انداز کی جا سکے"۔ جو کا اخبار لکھتا ہے کہ "ہم اس پوزیشن میں نہیں ہیں کہ روس میں اقدامی کارروائیاں اس طرح چلائیں کہ ہم اپنا مقصد اسی طرح حاصل کر سکیں جس طرح کہ ہم نے فرانس میں حاصل کیا تھا یعنی ایک ضرب میں روسی فوجوں کا قلع قمع کر دیں"۔

بعض فوجی ماہرین کے اعترافات دور رس نتائج کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ لفٹنٹ جنرل ڈائٹمار نے اپنے ایک حالیہ تبصرہ میں لکھا ہے کہ "ہم اس واقعہ کو چھپانا نہیں چاہتے کہ چند جاری لڑائیاں ابھی درپیش ہیں۔ جرمن فوج شکین مسائل سے دوچار ہے اور آئندہ بھی رہے گی"۔ یہ نازی جنرل مواصلات کی نسبت خاص طور پر متردد نظر آتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جرمن فوجیں اپنے اصل مراکز سے ایک طویل فاصلہ پر کام کر رہی ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ "بہت ہی دانشمند لوگ بھی ناکام رہ سکتے ہیں خاص کر جبکہ مواصلات کا بنیادی مسئلہ سد راہ ہو۔ ایسا مسئلہ ہر جنگ میں اہم ہوتا ہے مگر سوویٹ روس سے موجودہ جنگ میں یہ اور زیادہ اہم ہے"۔

نازی یہ دیکھتا ان بڑھتی ہوئی دشواریوں اور خطرات کو اب چھپا نہیں سکتا جو روس کی مہم میں درپیش ہیں۔ ہٹلر متحدین میں پھوٹ ڈالنے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ متحدین میں سوویٹ کی شرکت کی اہمیت بڑھ گئی

جاری ہے۔ سوویٹ روس کی وجہ سے متحدین اس قابل ہو سکے کہ اپنی محفوظ قوتوں کو مستحکم کریں اور اپنے وسائل کو حرکت میں لائیں۔ روس کے میدان پر جرمنی کی عارضی کامیابیاں ہٹلر کو دو محاذ پر لڑنے سے بچا نہیں سکتیں۔

مدیر پبلک نے یار مہیں چھپ کر اہتمام سید حسن (عثمانیہ) دفتر ملکت سے شائع ہوا۔